دہشت گردی کے خلاف جنگ

اور

انسانی حقوق کا احترام

مصنف

Alejadro Teitelbaum

&

Melik Ozden

مترجم: عبدالخالق

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	ـــــــ	دہشت گردی کے خلاف جنگ اور انسانی حقوق کا احترام
مترجم	ـــــــ	سید عبدالخالق
تاریخ اشاعت	ـــــــ	اگست 2009ء
طابع	ـــــــ	شناخت پریس
پبلشر	ـــــــ	CADTM۔پاکستان
کمپوزنگ	ـــــــ	نوید علی
تعداد اشاعت	ـــــــ	500
قیمت	ـــــــ	50روپے

فہرست

تعارف 4

I- دہشت گردی کیا ہے؟ 6

a) دہشت گردی کی تعریف 6

b) قومی بین الاقوامی قوانین اور سیاسی اعمال میں ریاستی دہشت گردی کا عدم تذکرہ 7

c) دہشت گردی اور قومی آزادی کی تحریکوں کے درمیان ضروری فرق 9

II- پس منظر 10

III- دہشت گردی کے خلاف جنگ کے قانونی اور سیاسی پہلو 13

a) 1. امریکہ 15

2. فرانس 17

3. برطانیہ 19

4. اٹلی 21

5. اسپین 21

b) دہشت گردی کے خلاف لئے جانے والے علاقائی سطح پر اقدامات اور کوششیں 22

1. براعظم یورپ میں لئے گئے اقدامات 23

2. براعظم امریکہ میں لئے گئے اقدامات 31

c) بین الاقوامی عالمی کوششیں 35

d) عالمی مالیاتی سرمائے اور دہشت گردی کی مالی معاونت میں روابط 36

IV- اقوام متحدہ کی سطح پر دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے اقدامات 38

a) جنرل اسمبلی 38

b) سلامتی کونسل 39

c) ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق 44

d) انسانی حقوق کونسل کے ذیلی ادارے اور مخصوص طریقہ کار 45

1. خصوصی رپورٹرز 45

2. ورکنگ گروپس 52

3. سب کمیشن برائے ترقی و تحفظ حقوق انسانی 53

e) معاہداتی ادارے 53

V- اختتامیہ 55

تعارف

نئی ہزاری (میلینیم) کے آغاز کے ساتھ ہی کچھ نئی اصطلاحات جیسے دہشت گرد، دہشت گردی، دہشت گردی کے خلاف جنگ وغیرہ ہماری روز مرہ زندگی کا حصہ بن گئی ہیں۔ ہم میں سے ہر کوئی یہ الفاظ روزانہ سنتا اور استعمال کرتا ہے۔ یہ جانے اور سمجھے بغیر کہ کیا یہ اصطلاحات استعمال کیلئے موزوں ہیں اور یہ کہ ان کے استعمال کے پیچھے کوئی خاص مقصد تو کارفرما نہیں؟

دہشت گردی کے خلاف "مقدس جنگ" کے نام پر شہری آزادیاں سلب کی جا رہی ہیں۔ حتیٰ کہ یورپ کے "جمہوری ممالک" میں بھی مختلف غیر جمہوری اقدامات لیے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ لوگوں کی ویڈیو بنانا، ٹیلیفون گفتگو ٹیپ کرنا اور لوگوں کی ذاتی ای میل کی نگرانی کرنا وغیرہ۔ خوف کے اس ماحول میں (جو بعض اوقات مصنوعی طور پر پیدا کیا جاتا ہے) عوامی جذبات کا استحصال کیا جاتا ہے یہاں تک کہ دہشت گردی کے خلاف اس جنگ میں دنیا کی "بڑی جمہوریتیں" معصوم عوام کی زندگیاں بچانے کے نام پر ایسے ایسے غیر جمہوری اور غیر انسانی حربے استعمال کر رہی ہیں جو متروک ہو چکے ہیں۔ جیسے کہ تشدد، قتل، لوگوں کو غائب کرنا وغیرہ۔ یہ وہ اعمال ہیں جن پر کئی دہائیاں پہلے پابندی لگ چکی ہے اور عالمی کنونشن بھی ان سے منع کرتے ہیں۔

ایسے ماحول میں دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے ایسے جابرانہ طریقوں کا استعمال انسانی حقوق کی صریحاً خلاف ورزی ہے اور ریاستی قوانین کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایسی حکومتیں ہیں جو دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں فوجی اور دفاعی بجٹ بڑھا رہی ہیں اور سماجی شعبے کیلئے بجٹ کو کم کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے ممالک میں مختلف سماجی اور سیاسی تحریکوں کو "دہشت گرد" ثابت کر کے کچل رہی ہیں۔

اس کتابچے کا مقصد دہشت گردی جیسے پیچیدہ موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا نہیں ہے۔ یہ مختصر سی کاوش ہے۔ اس کے چار ابواب ہیں۔ پہلا باب دہشت گردی کی تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ دہشت گردی اور سیاسی، سماجی تحریکوں میں واضح فرق کو قائم رکھنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ دوسرا باب ریاستی دہشت گردی کی کچھ مثالیں پیش کرتا ہے چونکہ یہ پہلو دہشت گردی کے موضوع پر ہونے والی گفتگو میں کم ہی زیر بحث آتا ہے اور زیادہ تر بڑی طاقتیں ایسی بحث سے اجتناب کرتی ہیں اور عوامی رائے عامہ کو بلیک میل کرتی ہیں۔ تیسرا اور چوتھا باب موجودہ صورتحال سے متعلق ہیں کہ عالمی اور علاقائی سطح پر دہشت گردی کیا چیز ہے۔ تیسرے باب میں امریکہ

اور مغربی یورپ پر دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس حوالے سے صرف امریکہ اور مغربی یورپ ہی کا جائزہ لینے کی تین وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ممالک جو انسانی حقوق کے احترام اور جمہوریت کا محور سمجھے جاتے ہیں اب تیزی سے ایسی ریاستوں میں تبدیل ہو رہے ہیں جہاں ان قدروں کا احترام ختم ہوتا جا رہا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان ممالک میں تارکین وطن اور پناہ گزینوں کو خاص طور پر ٹارگٹ کرنے کیلئے جو اقدامات لیے جاتے ہیں وہ مقامی لوگوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

تیسری اور زیادہ اہم وجہ یہ ہے کہ عالمی سطح پر غالب قوتیں ہونے کی حیثیت سے یہ ممالک جو بھی اقدامات اٹھاتے ہیں ان کا انسانی حقوق، عوام کے حق خود ارادیت کے ساتھ ساتھ عالمی قوانین اور عالمی انصاف کے نظاموں پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔

دہشت گردی کے مسائل اس وقت تک ہم پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ جب تک اس کے سماجی، سیاسی، نظریاتی اور معاشی محرکات کا تنقیدی جائزہ نہیں لیا جاتا۔

دہشت گردی کیا ہے؟

A۔ دہشت گردی کی مختلف تعریفیں

دہشت گردی کی ایک تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے یا پر تشدد اعمال کی ایسی سیریز ہے جس کا واضح مقصد خوف، افراتفری اور دہشت جیسے عام عوامی احساسات کو ابھارنا ہے اور اس کا ٹارگٹ اکثر اوقات بلا تخصیص لوگ یا چیزیں ہوتی ہیں۔

خوف، افراتفری اور دہشت گردی کے ایسے جذبات دہشت گردی کے شکار افراد میں ذاتی تحفظ جیسے فطری ایکشن کو جنم دیتے ہیں اور یہ چیز ان کے "ارادے" کی پختگی ختم کر دیتی ہے اور حتیٰ کہ بعض اوقات ان کو تنقیدی شعور سے بھی محروم کر دیتی ہے[1]

اب تک دہشت گردی کی کوئی جامع قانونی تعریف کرنے کے حوالے سے کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی۔ ایک جرم کے نقطۂ نظر سے دہشت گردی کی کسی انفرادی عمل کو مربوط کرنا قابل مشکل دکھائی دیتا ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی طرف سے دسمبر 1987 میں پاس کی گئی قرارداد (42/159) میں کہا گیا کہ:

> "ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جو عالمی دہشت گردی کو روک سکیں کیونکہ یہ عمل معصوم انسانوں کی زندگیوں سے کھیلتا اور بنیادی آزادیوں کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ دہشت گردی اور تشدد کی ان مختلف اشکال کی وجوہات کا بغور مطالعہ کیا جانے کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے پیچھے مایوسی، غصہ زیادتی اور احساس محرومی جیسی وہ سماجی وجوہات ہیں جو لوگوں کو اپنی اور دوسرے لوگوں کی زندگی لینے پر آمادہ کر دیتی ہیں اور یہ لوگ ایک ریڈیکل تبدیلی کو متاثر کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں"

یہ قرارداد اپنے پہلے حصے میں دہشت گردی کے نتائج پر بات کرتی ہے جبکہ دوسرے حصے میں دہشت

---

(1)See **"Elmiedo"** *in cuatro gigantes del alma,* by **Emilio Miray LOPEZ, Editorial El Ateneo Buenos Aires, 1950. Translated by CETIM**

گردی کے نفسیاتی پہلوؤں کا ذکر کرتی ہے۔ یہ عبارت دہشت گردی کی تعریف سے بہت دور ہے اور خاص کر یہ پیراگراف کہ ''مایوسی، غصہ، ناانصافی، بے چینی جیسے جذبات لوگوں کو اپنی اور دوسرے لوگوں کی زندگیاں لینے پر آمادہ کر دیتے ہیں اور یا وہ ریڈیکل تبدیلیوں کو متاثر کرنے کی کوشش میں کرتے ہیں'' انفرادی یا گروپ دہشت گردی کی طرف تو اشارہ کرتا ہے مگر ریاستی دہشت گردی کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔

البتہ دہشت گردی کے جرم کی تعریف کی غیر موجودگی میں ہم کچھ عالمی کنونشنز سے سہارا لے سکتے ہیں یا علاقائی تعریفوں سے سہارا لے سکتے ہیں جہاں کچھ اعمال کو دہشت گردی تصور کیا گیا ہے۔ دہشت گردی کی مخصوص قانونی اور فوجداری تعریف کی عدم موجودگی کی وجہ سے 9/11 کے بعد کئی ریاستوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اپنے ہاں ملکی اور سیاسی جدوجہدوں اور آزادی کی تحریکوں کو بھی دہشت گردی پر مبنی سرگرمیاں قرار دے کر کچلنا شروع ہو گئیں۔

B۔ قومی اور بین الاقوامی اُصولوں کے اندر ریاستی دہشت گردی کا عدم تذکرہ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جنرل اسمبلی کی قرارداد (42/159) میں دہشت گردی کی تعریف کی کوشش میں ریاستی دہشت گردی کو شامل نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو 9/11 سے پہلے والے کسی عالمی کنونشن میں اور نہ ہی 9/11 کے بعد والے کسی عالمی کنونشن، علاقائی یا قومی اصولوں میں ریاستی دہشت گردی کی تعریف کی گئی ہے اگرچہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک سے زیادہ دفعہ ریاستی دہشت گردی کی مذمت کی ہے مگر نہ تو قومی ریاستوں کی پالیسیوں میں اور نہ ہی علاقائی یا بین الاقوامی تنظیموں نے اس کی مذمت کی کوئی اصولی تشکیل کی ہے۔

مثال کے طور پر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی 18 دسمبر 1972ء کی قرارداد نمبر 3034 (xxvii) کے پیراگراف نمبر 3 اور نمبر 4 لوگوں کے اس حق کو تسلیم کرتے ہیں کہ نوآبادیاتی، نسل پرستانہ اور غیر ملکی قابض حکومتوں کے خلاف آزادی کی جدوجہد کر سکتے ہیں۔[2]

> ''ریاستی دہشت گردی کی پالیسی کی نفی کرتے ہوئے اور ریاستوں کی طرف سے دوسری خود مختار ریاستوں کے سماجی اور سیاسی نظام میں کسی طرح کی عدم مداخلت پر زور دیتے ہوئے جنرل اسمبلی نے 17 دسمبر 1984ء کو اپنی قرارداد (39/159) میں زور دیا کہ تمام ریاستیں کوئی ایسا عمل نہیں کریں گی جس کا

2۔ قرارداد نمبر (3034xxvii) کے پیراگراف نمبر 3 اور 4 حق خودارادیت جیسے ناقابل تنسیخ حق کا اعادہ کرتے ہوئے نوآبادیاتی اور نسل پرستانہ حکومتوں کے خلاف جائز جدوجہد اور قومی آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرتا ہے جبکہ خصوصی پیراگراف نمبر 4 نسل پرستانہ، نوآبادیاتی اور آمرانہ حکومتوں کے جابرانہ اور دہشت گردی پر مبنی ایسے اقدامات جو لوگوں کو بنیادی حقوق دینے سے انکار کرتے ہوں کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔

مقصد کسی دوسری ریاست پر قبضہ کرنا یا فوجی مداخلت کرنا یا وہاں کے سماجی اور سیاسی نظام میں تبدیلیاں لانا وہاں موجود حکومت کو کمزور کرنا یا ختم کرنا شامل ہے"

1990 کی دہائی کے آغاز میں اقوام متحدہ کے عالمی کمیشن برائے قانون نے انسانیت کے خلاف جرائم کے حوالے سے تیار کیے جانے والے ڈرافٹ کوڈ میں ریاستی دہشت گردی کو شامل کرنے کی کوشش کی تھی اور حتیٰ کہ ایک آرٹیکل جو ریاستی دہشت گردی کو جرم قرار دیتا تھا کی پہلی خواندگی کو پاس بھی کر دیا گیا۔ لیکن آخر میں کمیشن کے ممبران میں اس نقطہ پر اتفاق نہ ہو سکا جس کی وجہ سے ڈرافٹ سے یہ آرٹیکل خارج کر دیا گیا۔[3]

چونکہ ضوابط اصولوں کی بنیاد پر بنائے جاتے ہیں جو انسانوں اور ریاستوں کیلئے قوانین کا تعین کرنے میں مدد دیتے ہیں جیسے انسانی حقوق کا احترام وغیرہ چنانچہ ضروری ہے کہ انہی قانونی اصولوں کو ریاستی دہشت گردی کا تعین کرنے کیلئے بھی استعمال کیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاستی دہشت گردی انسانی حقوق کی بڑی خلاف ورزی ہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کے خلاف پالیسیوں اور اصولوں کی عدم موجودگی نہایت اہم سوال ہے جسے مندرجہ ذیل طریقے سے بیان کیا جا سکتا ہے

"ریاستی دہشت گردی ایک ایسی ریاستی پالیسی ہے جس کی منصوبہ بندی اور نفاذ کا مقصد سماجی تحریکوں کا غیر قانونی طریقے سے مقابلہ کرنا نظریاتی یا سیاسی اپوزیشن کو کچلنا یا تباہ کرنا مسلح اپوزیشن کو ختم کرنا آئینی گارنٹی کو معطل کرنے کے جواز کو تلاش کرنا ایمرجنسی نفاذ اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو چھپانا

3۔ رپورٹ انٹرنیشنل لاء کمیشن (1995) جنرل اسمبلی پبلکیشن (A50/10)

4۔ امریکن کانگریس چرچ کمیشن ("غیر ملکی راہنماؤں کے قتل کی سازش" عبوری رپورٹ) نومبر 18، 1975ء

"The CIA's Nicaragua Manual, Psychological Operation in Guerrilla warfare"Vitage Books, Random House, New York, 1985

چرچ رپورٹ کے اندر کیوبا کے صدر فیڈل کاسترو کو قتل کرنے کے منصوبوں اور دیگر اشخاص کے علاوہ 1970ء میں چلی کے جنرل رینی شنیڈر اور 1961ء میں کانگو کے منتخب وزیر اعظم پیٹرک لومبا کے قتل کی طرف اشارے ہیں۔ اس سلسلے میں جرمن ٹی وی چینل ARTE کی طرف سے 3 اکتوبر 2007ء کو ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی جس میں دکھایا گیا کہ کانگو میں سی آئی اے کے بیورو چیف لیری ڈیولن کہہ رہے تھے کہ وزیر اعظم لومبا کو قتل کرنے کے احکامات امریکہ کے صدر آئزن ہاور کی طرف دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ 1970ء میں بیونس آئرس میں بولیویا کے سابق صدر جوآن جوز ٹورس کا قتل اور 1976ء میں چلی کے صدر سلوادور الندے کا قتل بھی اسی سلسلے کی کڑی تھے۔ جون 2007ء میں CIA کی کئی دستاویزات کو جب عوام کے لئے کھولا گیا تو ان میں حیرت انگیز انکشافات تھے۔

وغیرہ۔ دہشت گردی کی عالمگیریت باقی چیزوں کے علاوہ کچھ ایسے اعمال پر مشتمل ہے۔ جن میں جرائم کی خاطر دوسرے ممالک میں ایجنٹ بھیجنا دہشت گردوں کو لاجسٹیکل مدد فراہم کرنا غیر ملکی عہدیداروں کے قتل کی سازش میں مدد دینا اور سول آبادی کو بلا تخصیص فضائی حملوں سے دہشت زدہ کرنا" [4]

C۔ دہشت گردی اور جدوجہد آزادی کے درمیان ناگزیر فرق

جبر اور آمریت کے خلاف جدوجہد آزادی یا بغاوت اور دہشت گردی کی مختلف اشکال کے درمیان واضح فرق ہوتا ہے اور ان دونوں کو آپس میں گڈمڈ نہیں کیا جا سکتا۔ انسانی حقوق کے یونیورسل چارٹر کے پیراگراف نمبر 3 میں اس فرق کے بارے واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح 1987ء کی جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر (42/1972) جنرل اسمبلی کی ایک اور قرارداد نمبر (xxvii)3034 بھی لوگوں کی آزادی کے حصول کیلئے شروع کی جانے والی لڑائی کے حق کو تسلیم کرتی ہے۔

اس کے علاوہ 1977ء کے جینوا کنونشن کے اضافی پروٹوکول کا آرٹیکل نمبر 1 اور ذیلی سیکشن 4 بھی قومی جنگ آزادی کے حق کو تسلیم کرتا ہے[5] قومی آزادی کی جنگ کو ایک عالمی تنازعہ سمجھا جاتا ہے اور اس میں شامل پارٹیاں عالمی قانون کے احترام کی پابند ہوتی ہیں۔ اسی طرح کسی ریاست کے اندر مسلح باغی گروہوں کی جدوجہد کو بھی پروٹوکول 11 کے آرٹیکل نمبر 1 کے پیراگراف نمبر 1 میں تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کے پاس کسی مخصوص علاقے کا مکمل کنٹرول ہو اور وہ ملٹری آپریشن کے انتظام اور اس کو جاری رکھنے کی صلاحیت اور پروٹوکول کا نفاذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

بقیہ 4۔ خفیہ ان دستاویزات میں بتایا گیا ہے کہ ستمبر 1960ء میں CIA نے کیوبا کے صدر کاسترو کو قتل کرنے کیلئے مافیا کے لوگوں سے بات کی تھی۔ بہت پہلے کیوبا میں اور 1980ء میں نکاراگوا میں امریکی ٹریننگ دیے گئے دہشت گرد حملے بھی CIA کا کام تھا۔ 27 جون 1986ء میں عالمی عدالت انصاف کی طرف سے دی گئی ایک سزا کا متن ان حقائق کو بیان کرتا تھا۔ (Military and Para Military activities in and against Nicaragua) کنٹرا باغیوں کو تربیت اور مالی امداد کے ذریعے دراصل امریکہ نے نکاراگوا کی ریاست کے خلاف عالمی قوانین کی نفی کرتے ہوئے دہشت گردی کا ارتکاب کیا تھا۔

5۔ یہ پیراگراف ان مسلح تنازعات کے متعلق ہے جہاں لوگ نوآبادیاتی تسلط، غیر ملکی قبضے اور نسل پرستانہ حکومتوں کے خلاف اپنے حق خود ارادیت کو استعمال کرتے ہوئے برسرپیکار ہوں اور ان کا یہ حق خود ارادیت اقوام متحدہ کے چارٹر میں موجود بین الاقوامی قوانین اور ریاستوں کے مابین تعاون اور دوستانہ تعلقات سے متعلق معاہدات سے مطابقت رکھتا ہو۔

پس منظر

لاطینی امریکہ ایک ایسا خطہ ہے جہاں کے عوام کو دہائیوں پر پھیلی ہوئی ریاستی دہشت گردی کا وسیع تجربہ ہے اور انہوں نے جابرانہ آمریتوں کا سامنا کیا ہے۔ اس براعظم میں ہزاروں افراد کو قتل کیا گیا۔ غائب کیا گیا اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ریاستی جبر سے لیس یہ مشن ان 60 ہزار فوجیوں نے امریکی سی آئی اے، نیشنل سکیورٹی کونسل اور کمیٹی 40 (خفیہ آپریشنز کی ذمہ دار ایجنسی) کی مدد اور تعاون سے کیا جنہوں نے سکول آف امریکہ[6] سے دہشت گردی کی باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی۔

ریاستی دہشت گردی اس وقت محض سرسری بات محسوس ہوتی ہے جب ہم جنگوں کے دوران عالمی ریاستی دہشت گردی کی بات کریں۔ اس میں دشمن اور خاص کر سویلین آبادی کے حوصلے پست کرنے کیلئے کیے جانے والے فضائی حملے عالمی ریاستی دہشت گردی کی ہی ایک شکل ہیں۔ چنانچہ یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ بیسویں صدی میں سویلین آبادیوں پر نیوی کی طرف سے بھی بمباری کی گئی تھی[7]۔ بیسویں صدی میں ریاستی دہشت گردی اتنی بڑھ گئی

6۔ سکول آف امریکہ 1947ء میں پاناما شہر کے علاقے میں کھولا گیا۔ یہاں پر امریکہ نے 60 ہزار فوجیوں کو تربیت دی۔ 1984ء میں یہ سکول فورٹ بیننگ (جارجیا) منتقل کر دیا گیا۔ جب امریکہ میں بھی اس سکول کی شدید مخالفت کی گئی تو اسے سال 2000ء میں بالکل بند کر دیا گیا مگر جلد ہی نئے نام سے (ادارہ برائے تعاون و تحفظ) دوبارہ شروع کر دیا۔ اس سکول کے بارے میں خفیہ دستاویزات سے پتہ چلا ہے کہ وہاں پر فوجیوں کو تربیت دی جاتی تھی کہ قتل کے منصوبے کیسے بنائے جائیں، لوگوں کو جبری غائب اور تشدد کا نشانہ کیسے بنایا جائے۔ اس سکول کے طالب علموں میں بدنام زمانہ لوگوں کے نام بھی ملتے ہیں جیسے ارجنٹائن میں تحریک چلانے والے جرنیل ویڈیلا، وائیلا وغیرہ، چلی کے ڈکٹیٹر جنرل پنوشے، نکاراگوا کے جنرل سوموزا، پاناما کے جنرل مینوئل نوریگا، یوراگوئے کے جنرل، بولیویا کے ہیوگو بینزر، ہنڈوراس کے پاز گارسیا اور جوان میلگر اور ایل سلواڈور کے کارلوس ہیمبرو وغیرہ

7۔ 1841ء میں پہلی Opium جنگ کے دوران کینٹن میں برطانوی بحری جہازوں نے بمباری کی۔ اسی طرح بیسویں صدی کے آغاز میں 1902ء میں جرمنی، اٹلی اور برطانیہ کے 12 بحری جہازوں نے وینزویلا کے بحری راستوں کی ناکہ بندی کرتے ہوئے اس کی بندرگاہوں پر بمباری کی۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ وینزویلا سے 161 ملین بولیوار (کرنسی) کے قرضوں کی واپسی کا مطالبہ کر رہے تھے مگر وینزویلا ان قرضوں سے انکاری تھا کیونکہ اس کے نزدیک یہ قرضے صرف 19 ملین تھے۔

کر اس کی مثال نہیں ملتی۔ جیسا کہ 1935ء میں اٹلی نے ایتھوپیا پر فضائی حملے کیے، جاپان نے 39-1937ء میں چین پر فضائی حملے کیے۔ جرمنی اور اٹلی نے سپین کی خانہ جنگی کے دوران 1936ء میں میڈرڈ اور 1937ء میں گیورنیکا پر حملے کیے۔ اسی طرح نازی جرمنی اور اس کے مخالف اتحادیوں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران وارسا، لندن، روٹرڈیم، ڈریسڈن، ہیروشیما اور ناگاساکی پر حملے کیے۔ ایسی عالمی ریاستی دہشت گردی دراصل امریکی فوجی نظریہ ہے جسے ویتنام، پانامہ، عراق، یوگوسلاویہ، افغانستان اور پھر دوبارہ عراق پر استعمال کیا گیا۔ اس نظریے کے تحت ممنوعہ ہتھیاروں یعنی نیپام بم، اورنج گیس، کلسٹر بم، ڈیزی کٹرز اور ڈسٹروئیر کے بم وغیرہ کا کھلا استعمال کیا گیا۔

ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے جانے والے ایٹم بم ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال کہی جا سکتی ہے کیونکہ وہ فوجی اعتبار سے بھی غیر متناسب اور غیر ضروری تھے اور اس حقیقت کو بعد میں جنرل آئزن آور نے بھی تسلیم کیا تھا۔

ریاستی دہشت گردی کے برعکس انفرادی یا گروپ دہشت گردی قربانیوں اور نتائج کی پرواہ کیے بغیر فوری نتائج چاہتی ہے۔ "سرخ" دہشت گردی اور "سیاہ دہشت گردی" دونوں صورتوں میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ خفیہ ایجنسیوں کی سرگرمیوں بالخصوص CIA کی دہشت گردی پر مبنی سرگرمیاں دیگر ریاستوں کے معاملات میں مداخلت کرتی رہی ہیں۔

تمثیل نمبر (1)

اٹلی میں "ٹینشن سٹرٹیجی"

1970ء اور 1980ء کی دہائیوں میں اٹلی کے اندر ہمیں دہشت گردی پر مبنی سرگرمیوں کی ایک سیریز نظر آتی ہے جس کا بظاہر مقصد جمہوری اداروں کو کمزور کرنا تھا۔ اسے اٹلی میں "ٹینشن سٹرٹیجی" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان واقعات میں دسمبر 1919ء میں میلان میں 17 لوگ مارے گئے جبکہ 90 زخمی ہوئے۔ 25 مئی 1974ء کو بریسکا میں 8 لوگ مارے گئے جبکہ 102 زخمی ہو گئے۔ 4 اگست 1974ء کو اٹیلیکس ایکسپریس میں 12 لوگ مارے گئے اور 45 لوگ زخمی ہو گئے اور اسی طرح 2 اگست 1980ء کو بولگنا اسٹیشن پر دہشت گردی میں 85 لوگ مارے گئے اور 200 زخمی ہو گئے۔

عدالتی تحقیقات سے ثابت ہوا تھا کہ میلان میں ہونے والی دہشت گردی دائیں بازو کے ایک گروپ نے کی تھی جس میں سی آئی اے کے ایجنٹ بھی شامل تھے۔ تحقیقات کرنے والے عدالتی پینل میں شامل ایک جج سلوفی نے 11 دسمبر 1999ء میں اپنے ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ CIA نے دہشت گردی کی اس کارروائی

میں کس طرح حصہ لیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ CIA کی ایک ذیلی تنظیم CIC (جو کہ فوجی دائرہ کار سے متعلق ہے) نے اس حملے میں حصہ لیا تھا۔ اس تنظیم کے ایک ایجنٹ نے دائیں بازو کے گروپ میں گھسنے کے بعد انہیں بم بنانے کی تربیت دی۔ بم بنانے کا یہ ایسا زبردست طریقہ تھا جس میں جب آپ عمارت کے اندر داخل ہوں تو آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ لیکن جب آپ باہر نکلیں تو آپ بم سے مسلح ہوں۔ دہشت گردی کے دن میلان (پیازا فونٹانا) میں ٹریفک کنٹرول کرنے والا سپاہی بھی دراصل سی آئی اے کا ایجنٹ تھا۔

بولگنا اسٹیشن پر دہشت گردی کی تحقیقات کرنے والے ٹریبونل کے ایک جج نے 1988ء میں جب اٹلی کی سیکورٹی ایجنسی اور ملٹری سیکورٹی کے بڑے افسران پر غفلت برتنے پر کڑی تنقید کی تو اُسے جولائی 1990ء میں حیران کن طریقے سے اس ٹریبونل سے فارغ کر دیا گیا۔

یہ حقیقت منظر عام پر آئی کہ اٹلی کی خفیہ ایجنسی (جس کے سی آئی اے سے گہرے روابط تھے) نے CIA کو بھرپور مدد فراہم کی تا کہ اٹلی میں کیمونسٹ پارٹی کو کچلا جا سکے۔ اٹلی کی کیمونسٹ پارٹی کے سپورٹر اور معروف رہنما آلڈو مورو کو جب CIA نے اغواء کیا تو اٹلی کی انٹیلی جنس ایجنسی نے پورا بندوبست کیا کہ آلڈو زندہ نہ بچ پائے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ آلڈو مورو اٹلی کے امیر طبقے اور امریکہ کیلئے مسائل کھڑے کر رہا تھا لہٰذا اُسے راستے سے ہٹانا ضروری تھا۔ دہشت گردوں اور مافیا کے لوگوں کے ساتھ روابط امریکی انتظامیہ کے مخصوص فیچر ہوتے ہیں۔

1943ء میں دوسری جنگ عظیم کے دوران جب اتحادی فوجیں سسلی میں اتریں تو ان کی قیادت امریکی کرنل چارلس پولٹی کر رہا تھا۔ اس نے اٹلی کی سول انتظامیہ کے اندر کیمونسٹوں کا راستہ روکنے کیلئے سسلی کے مافیا اور بڑے زمینداروں سے مل کر گٹھ جوڑ کیا۔ زمینداروں کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے اس نے بے زمین کسانوں کی تحریک کا ہوا دکھایا اور اسے کچلنے کا منصوبہ دیا۔ اس کی نمایاں مثال پورٹیلا میں یکم مئی 1947ء کو کسانوں کا قتل عام تھا۔ سسلی میں امریکہ کا اثر و رسوخ اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ کہا جانے لگا کہ جنگ عظیم دوئم کے اختتام پر سسلی کو امریکہ کی "آزاد سویں ایٹ ریاست" کا درجہ مل جائے گا۔[8]

خطرناک بات یہ ہے کہ 60 سال گزر جانے کے بعد بھی امریکی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے سسلی کے مافیا کے ساتھ روابط اب بھی موجود ہیں۔ آج ہم سب یہ بھی جانتے ہیں کہ امریکی ایجنسیوں کے اسامہ بن لادن اور القاعدہ سے گہرے روابط ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ روابط کب ختم ہوں گے۔

8۔ 1973ء میں لیو جانزی اور فرانسسکو روزی کی لکھی ہوئی کتاب (Lucky Luciano) نہایت اہم مالی معلومات رکھتی ہے اور اس میں ایسی دستاویزات کے حوالے ہیں کہ سسلی کے مافیا اور (AMGOT) Allied Military Government of ocupied Territory کے درمیان کیسے روابط تھے۔ اس کتاب پر (Salvator Giuliano) کے نام سے فلم بھی بن چکی ہے۔

دہشت گردی کیخلاف جنگ کے قانونی اور سیاسی پہلو

A۔ قومی سطح پر دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے اُصول اور طریقہ کار

امریکہ میں 9/11 کے سانحے کے بعد مختلف ممالک نے مختلف قومی طریقہ کاروں اور اصولوں کو استعمال میں لاتے ہوئے دہشت گردی کے خلاف تیزی سے قوانین اور پالیسیاں بنا ڈالیں۔ ان میں سے بیشتر قوانین، ڈرافٹ۔ فرموا پالیسیاں جبر پر مبنی تھیں اور جمہوری آزادیوں کی نفی کرتی تھیں۔

دراصل مختلف حکومتوں نے 9/11 کی صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے ممالک میں ایسی پالیسیاں کسی خاص طرح کی اپوزیشن کا سامنا کیے بغیر اختیار کر لیں۔

دہشت گردی کی تعریف کرتے وقت سب کے سب قومی اُصول غیر واضح رکھے جاتے ہیں اور وضاحت کے بغیر بعض سرگرمیوں (جن کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) کو دہشت گردی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے غیر واضح قومی اُصول کسی نہ کسی حد تک بنیادی انسانی حقوق کو کچلنے کے ساتھ ساتھ شہریوں اور غیر ملکیوں کو تحفظ کی فراہمی، جیسے انصاف تک رسائی اور نجی زندگی کے احترام جیسے حقوق سے بھی محروم کر دیتے ہیں۔ حکومتوں کی طرف سے بنائی گئی مختلف پالیسیاں دراصل پولیس کے اختیارات میں اضافہ کا سبب بنے کے علاوہ عدالتی کنٹرول کے بغیر شہریوں کی جاسوسی جیسے اعمال کو جنم دے رہی ہیں۔

کسی بھی غیر ملکی کو ملک کے اندر داخل ہونے یا ملک بدر کرنے کے حوالے سے خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹس نہایت اہم ہو گئی ہیں۔ دوسری طرف کئی ممالک نے صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ہاں قومی تحریکوں کو دہشت گردی کے نام پر کچلنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں چیچنیا میں قومی تحریک کو روس کی طرف سے کچلنا اور تحریک فلسطین پر اسرائیلی بربریت کی مثال دی جا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یورپ، لاطینی امریکہ اور ایشیاء کے کئی ممالک نے اپنی قومی حاکمیت کے بعض ضروری اور اہم حصے امریکہ کے حوالے بھی کیے جو ایک طرح سے کنٹرول آف امریکہ کی عالمگیریت ہے۔

تمثیل نمبر 2

ایک اعلیٰ امریکی افسر کے انکشافات

امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں انسدادِ دہشت گردی کے کوآرڈی نیٹر فرانسس ایکس ٹیلر نے نومبر 2001ء میں لکھا:

"نیٹو کے اتحادی امریکہ کو وسیع تر سہولیات کی فراہمی کیلئے رضامند ہو گئے ہیں۔ ان سہولیات میں ان ممالک کی فضائی حدود کا لامحدود استعمال، ہوائی اڈوں، بندرگاہوں کا استعمال، لاجسٹکس کی سہولت، یورپ میں امریکی فوجیوں کو تحفظ، خفیہ معلومات اور اعداد و شمار کا تبادلہ شامل ہیں۔ فرانسس نے بتایا کہ امریکہ سے باہر دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے کیلئے ہم تربیت سے متعلق پروگرام کو استعمال میں لاتے ہیں تاکہ امریکی شہریوں کی زندگی اور سفر کو دوسرے ممالک میں تحفظ فراہم کیا جا سکے۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے شروع کردہ انسداد دہشت گردی کے پروگرام (ATA) جس کے تحت غیر ملکیوں ایجنٹوں کو تحفظ اور قانون کے نفاذ کے حوالے سے تربیت فراہم کرنا ہی نہیں بلکہ امریکی پالیسیوں کی ترویج کے ساتھ ساتھ غیر ملکی افسران کے ساتھ روابط کو بھی بڑھانا ہے۔ یہ سارے مقاصد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے اہم اہداف ہیں۔ فرانسس نے مزید بتایا اب تک ہم دنیا کے ایک سو سے زائد ممالک کے 20 ہزار افسران کو تربیت دے چکے ہیں۔

"ہمارا خیال ہے کہ 9/11 کے بعد انسداد دہشت گردی پروگرام کیلئے اضافی فنڈنگ کی وجہ سے ہم اس تربیتی پروگرام کو مزید تیزی سے آگے بڑھائیں گے۔ ہم نے ایک پروگرام جس کا نام TIP ہے (Terrorist Interception Program) بھی ترتیب دیا ہے جس کیلئے جدید ڈیٹابیس سسٹم استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ عالمی سرحد پار کرنے کی کوشش کرنے والے دہشت گردوں کی شناخت کی جا سکے"[9]

اب سب سے اہم چیز جو سوچنے کی ہے وہ ایک ایسی صورتحال ہے جس میں مغربی حکومتوں نے

9- Ambassador Francis x taylor . Office of anti-terrorism coordinator state department of united state(Electronic Publication of state department volume 6, number 3 November 2001. (http://usinfo.state.gov/journals/itps/1101/pj63tayl.htm

10۔ سی آئی اے کی خفیہ پروازوں کے سوال پر کونسل آف یورپ کی پارلیمانی اسمبلی میں خصوصی رپورٹ ڈک مارٹی نے CIA کی طرف سے سال 2002-05ء اور 2009ء میں پولینڈ اور رومانیہ میں لوگوں کو خفیہ جیلوں میں قید کرنے کے الزام پر تحقیق کے بعد اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اکتوبر 2001ء میں امریکہ اور نیٹو کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت CIA کو یورپ میں لوگوں کو گرفتار کرنے اور دیگر غیر قانونی سرگرمیاں شروع کرنے کی اجازت مل گئی۔

امریکی CIA کو اپنی نام نہاد خفیہ جنگوں کے لئے رضامندی دی ہے۔ اسی رضامندی میں یورپی ممالک کے اندر پولینڈ اور رومانیہ کی طرز پر قائم کردہ خفیہ جیلوں کا قیام بھی شامل ہے۔[10]

ایسے اقدامات اور قانون سازیاں مختلف ممالک کے اندر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ لیکن ہم تجزیے کیلئے تمام ممالک کی بجائے صرف ان بڑی نام نہاد جمہوریتوں کو زیر بحث لائیں گے جو عالمی برادری کے نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ ممالک شامل ہیں جہاں الیکٹرانک نیٹ ورکس مضبوط اور کسی حد تک آزاد ہیں۔ وہاں حکومتیں لوگوں کی سخت مانیٹرنگ کرنے سے اجتناب کرتی ہیں کیونکہ یہ بنیادی آزادیوں کے تصور کی خلاف ورزی ہے۔ چند میڈیا ایک طرح سے سوشل کنٹرول کا کام کرتا ہے۔ آیئے ہم باری باری ان ممالک کے اندر جاری دہشت گردی کے خلاف جنگ اور انسانی حقوق کے احترام کا جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ امریکہ

بین الاقوامی قانون اور انسانی قانون کی بدترین خلاف ورزیوں کی مثال امریکہ کی طرف سے گوانتاناموبے میں مبینہ طالبان قیدیوں کی ہے (دیکھئے تمثیل نمبر 6) قانونی "نومین لینڈ" میں رکھے گئے ان قیدیوں کو کسی بھی طرح کے حقوق حاصل نہیں۔[11] 13 نومبر 2001ء کے ملٹری آرڈر کے ذریعے امریکہ میں خفیہ فوجی عدالتیں قائم کی گئیں جن کو اختیار دے دیا گیا کہ امریکہ کے اندر یا باہر سے گرفتار ہونے والے دہشت گردی کے ملزموں پر مقدمے چلائیں گی۔ یاد رہے کہ یہ ملٹری آرڈر عالمی کووننٹ برائے سول اور سیاسی حقوق کے آرٹیکل 14 اور امریکی آئین کی 5ویں اور 6ویں ترمیم کی کھلی خلاف ورزی ہے۔[12]

اس قانون کے مطابق پبلک پراسیکیوٹر یا کسی بھی ریاست کی پولیس کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ مشکوک

11- Philippe Weckel, "Le statut incertain des detenus sur la base americane de Guantanamo "Revue General de droit International Public, 2002, P.357. http://www.rgdip.com

12۔ فوجی ٹریبونلز کے قیام کے حوالے سے صدارتی حکم امریکی حکومت کی طرف سے ایک قانونی قدم ہے مگر اس کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ دانشوروں اور انسانی حقوق کا دفاع کرنے والے سماجی کارکنوں نے اسے عالمی قانون اور امریکہ کے آئین کے خلاف قرار دیا۔ اس حوالے سے بین الاقوامی عدالت برائے انسانی حقوق کے سابق صدر رابرٹ گوزک کا لکھا ہوا 29 نومبر 2001 کو اخبار Le Monde میں شائع ہونے والا مضمون قابل غور ہے۔ اس مضمون کا عنوان تھا "صدر بش کا ملٹری آرڈر کیونکر قانون کا مذاق اڑاتا ہے"۔ اس کے علاوہ فرانس کے سینیٹر اور سابق وزیر برائے انصاف رابرٹ بیڈنٹر کا مضمون بھی اہمیت کا حامل ہے۔

افراد کی الیکٹرانک میلز اور ویب سائٹس کو کنٹرول کرنے کیلئے نگرانی کا ایک نظام جسے DCS-1000 (کارنی وور) کا نام دیا گیا قائم کر سکتی ہے مطلب یہ کہ پولیس یا پراسیکیوٹر کسی بھی انٹرنیٹ کمپنی یا ٹیلی فون کمپنی سے ان کے گاہکوں کا ڈیٹا (ریکارڈ) طلب کر سکتے ہیں جس کے لیے انہیں کسی عدالتی کا حکم کی بھی ضرورت نہیں۔ مزید برآں یہ کمپنیاں پابند ہیں کہ وہ اپنے کسٹمرز کو اس بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی۔

اس قانون کے باعث FBI کو بے پناہ اختیارات حاصل ہو گئے۔ وہ کسی بھی شخص کی ذاتی فائلز (اس کا تعلیمی اور میڈیکل ریکارڈ) بغیر کسی عدالتی اجازت کے حاصل کر سکتی ہے اور امریکا کی ساری آبادی اس قانون کے تابع ہو گئی۔ دیگر شقوں کے تحت مشکوک فرد کو گرفتار کیا جا سکتا ہے انہیں لمبے عرصے کے لیے قید میں رکھا جا سکتا ہے انہیں قانونی معاونت کے حق سے محروم کیا جا سکتا ہے اور ان کی قید کی جگہ کو صیغہ راز میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس قانون کے لاگو ہونے کے بعد ہزاروں افراد اس کے جبر کا شکار ہو چکے ہیں جو بنیادی انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ صرف شک کی بنیاد پر اس قانون کو حرکت میں لاتے ہوئے کئی معصوم افراد کو جبر کا نشانہ بنایا گیا۔ فروری۔ مارچ 2006ء میں امریکی کانگریس نے "پیٹریاٹ ایکٹ" میں کچھ ترامیم کی منظوری دی۔ ان ترامیم کے ذریعے تارکین وطن کو کئی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر ایسے تارکین وطن جن کے پاس ویزا نہیں جن کے ملک انہیں واپس لینے کو تیار نہیں یا جن کا کوئی ملک نہیں کو لامحدود مدت کیلئے جیل میں بند کیا جا سکتا ہے یا ان کے ملک واپس بھجوایا جا سکتا ہے۔

اگست 2007ء میں سیکیورٹی کو مزید سخت کرنے کیلئے امریکی حکومت نے کچھ اور اقدامات کیے۔ امریکی ایوان نمائندگان نے بھاری اکثریت سے "امریکیوں کے تحفظ کا ایکٹ 2007ء" پاس کیا۔ اس قانون کے ذریعے حکومت کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ بغیر کسی عدالتی اجازت کے غیر ملکی افراد کی فون کالز اور ای میلز کو چیک کر سکتے ہیں جو امریکہ کے اندر رہنے والے افراد کو کی گئی ہوں۔ یہ ایک طرح سے 1978ء کے قانون کی جدید شکل تھی یعنی غیر ملکی خفیہ نگرانی ایکٹ (FIS A) جس کے مطابق حکومت عدالت کی اجازت کے بعد مشکوک افراد کے مابین گفتگو تک رسائی حاصل کر سکتی تھی۔ اس قانون کا مقصد ان دنوں شمالی امریکہ میں دہشت گردی کی لہر کو روکنا تھا۔

پھر جولائی 2007ء میں صدر بش نے ایک حکم جاری کیا جس کے تحت CIA کو دہشت گردی میں ملوث قیدیوں سے تفتیش کیلئے تشدد، قتل و زنا اور ان کے مذہبی عقائد کا مذاق اڑانے جیسے طریقے استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ کیونکہ یہ 1949ء کے جنیوا کنونشن کے آرٹیکل 3 کی خلاف ورزی تھی۔ لیکن غالب عالمی رائے عامہ یہ کہ امریکی ایجنسیاں اس آرڈر پر عمل نہیں کر رہی، کیونکہ یہ امریکہ کے جسٹس ڈیپارٹمنٹ کی مرضی ہے کہ وہ دہشت

گردی کے طریقوں سے تفتیش کیلئے کونسا طریقہ کار استعمال کرنا ہے اور ضروری نہیں کہ وہ آرٹیکل 3 کی خلاف ورزی نہ ہو۔ سیکیورٹی کا پیمانہ استعمال کرتے ہوئے جسٹس ڈیپارٹمنٹ نے کبھی بھی اس بات کا انکشاف نہیں کیا کہ امریکی انتظامیہ اس آرڈر کے مطابق کام کرتی ہے یا اسے رد کرتے ہوئے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے۔

لہذا جولائی 2007 کا امریکی صدر کا فیصلہ دراصل دہشت گردی کے خلاف جنگ کو اپنی مرضی کے حق دینا ہے اور میڈیا کی ملی بھگت سے عوامی رائے کو غلط طرف لے جایا جا رہا ہے۔ جان بوجھ کر ایسے قانون بنائے جا رہے ہیں جن کی خلاف ورزی کی جا سکے۔

پروفیسر ڈگس کاسل اس صورتحال کو مندرجہ ذیل پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔

"دھشت گردی کے خلاف اس جنگ میں امریکی حکومت نے سول اور سیاسی حقوق کی پوری کی پوری اُس عالمی کتاب کی کھل کر خلاف ورزیاں کی ھیں جس پر پابند رھنے کا اس نے خود عہد کر رکھا ھے. مثال کے طور پر امریکہ کے قید سینکڑوں لوگوں کو لمبے عرصے کیلئے حبس بے جا میں رکھنا. گوانتانامو بے میں طالبان قیدیوں کو رکھنا یورپ ایشیا، افریقہ اور گہرے سمندروں میں خفیہ جیلیں قائم کرنا جن کے بارے میں کسی کو بھی حتی کہ ریڈ کراس کو بھی خبر نہیں. لوگوں کو زبردستی غائب کر دینا. خفیہ جیلوں میں رکھے گئے قیدیوں کی رجسٹریشن نہ کرنا عراق، افغانستان اور گوانتانامو بے میں قیدیوں پر جبر، تشدد اور غیر انسانی سلوک روا رکھنا قیدیوں کو ایسے ملکوں میں ایکسپورٹ کرنا جہاں تشدد عام پریکٹس ھے. (کم از کم یمن میں ایسا ھی کیا گیا.) ماورائے عدالت سزائیں اور امریکہ میں تارکین وطن کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا عام لوگوں کے ٹیلی فون اور ای میلز کی بغیر کسی عدالتی کنٹرول کے نگرانی کرنا بین الاقوامی قواعد و ضوابط کے طریقہ کار کو بالائے طاق رکھتے ھوئے فوجی عدالتوں کے ذریعے سزائیں دینا."

2-فرانس

9/11 کے دو ماہ بعد یعنی 16 نومبر 2001 کو حکومت فرانس نے ایک قانون پاس کیا جسے ڈیلی سیکیورٹی (LSQ) کہتے ہیں۔ اس قانون کے تحت منی لانڈرنگ اور کسی دہشت گرد تنظیم کی مالی معاونت کو نئے فوجداری قانون کی دفعات (421-1 اور 421-2) کے تحت ایک دہشت گرد عمل قرار دیا گیا۔ اس قانون کا باب نمبر 4 ہائی وے پر مشکوک افراد کو روکنا اور گاڑیوں کو کنٹرول میں لینے کی بات کرتا ہے جبکہ باب نمبر 5 کمپیوٹر سیکیورٹی کو مضبوط کرنے کی بات کرتا ہے۔ اس پیمانے پر کہ انٹرنیٹ کے ذریعے دہشت گردوں کے مابین معلومات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اس وقت کی فرانس حکومت کے وزیر انصاف نے ایک نیا بل پاس کروانے کی کوشش کی تھی

جو انٹرنیٹ کی پرائیویسی کو ختم کرنے کی بات کرتا تھا۔ انفارمیشن سوسائٹی (PLSI) پر یہ بل کہتا ہے کہ معلومات کے حق اور آزادی کو دوبارہ سے نافذ کیا جائے اور نجی الیکٹرانک کمیونیکیشن کمپنیوں کی نگرانی کی جائے۔ یہ بل فرانس میں بائیں بازو کی ایک جمہوری حکومت کے زیر سایہ پاس ہوا اور پوری اسمبلی میں صرف ایک ممبر نے اس بل کے باب نمبر 5 کی مخالفت کی۔ ایک غیر سرکاری تنظیم Imaginons un Reseau Internet (IRIS) Solidaire نے 21 دسمبر 2001ء میں اس قانون کو یورپین کمیشن کے سامنے چیلنج کیا اور آرٹیکل 29 کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ جس کے تحت کسی بھی کمیونیکیشن کمپنی کا ڈیٹا ایک سال تک قبضے میں رکھا جا سکتا ہے۔ صرف ایک ماہ بعد جنوری 2002ء میں کمیشن نے یہ درخواست رد کر دی۔ کمیشن کا کہنا تھا کہ چونکہ فرانس کی حکومت نے اس قانون کو نافذ کرنے کیلئے کوئی ڈگری پاس نہیں کی لہٰذا یہ درخواست قابل سماعت نہیں۔

اس کے بعد 29 اگست 2002ء کو گائیڈ لائن اور پروگرامنگ برائے اندرونی سکیورٹی کا قانون (Lopsi) پاس کیا گیا۔ اس کا مقصد پولیس کے اختیارات کو مزید بڑھاتے ہوئے کمپیوٹر سرورز اور انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والے اداروں کے بارے معلومات کو آن لائن حاصل کرنا تھا۔ یہ ایک طرح سے شہریوں کی نجی زندگی پر کھلا حملہ تھا کیونکہ کمپیوٹر سرورز اور ISP کے ڈیٹا تک رسائی سے یہ جانا جا سکتا ہے کہ کون شخص کس نیٹ ورک سے ای میل بھیج رہا ہے یا وصول کر رہا ہے۔ 18 مارچ 2003ء کو فرانس کی پارلیمنٹ نے اندرونی سکیورٹی کے بارے ایک اور قانون پاس کیا جسے LSI کہتے ہیں۔ یہ قانون ایک طرح سے LOPSI کا ہی تسلسل تھا۔ اس کے تحت ملک کے اندر امن و امان قائم کرنے والی فورسز کو نئے اختیارات دینے کے ساتھ ساتھ کئی نئے جرائم کی تعریف کی گئی اور سزائیں بتائی گئیں۔ نومبر 2005ء میں فرانس کی قومی اسمبلی نے لندن حملوں کے بعد فوری طور پر دہشت گردی کے خلاف ایک نیا قانون پاس کیا جسے دسمبر میں فرانس کے سینٹ نے بھی پاس کر دیا۔ اس قانون کے تحت عام ٹیلی فون کمپنیوں اور انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والی کمپنیوں (ISP) پر لازم کر دیا گیا کہ وہ ڈائل کیے گئے نمبر، ان کا پتہ، کال کا دورانیہ، تاریخ اور کال موصول کرنے والے شخص کا پتہ وغیرہ۔ سارا ریکارڈ ایک سال تک اپنے پاس رکھیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ فرانس کی حکومت نے بغیر عدالتی اجازت کے پولیس اختیارات میں اضافہ کر دیا گیا۔ پولیس افسران کو اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ فضائی، بحری اور ٹرین کمپنیوں کے مسافروں اور ٹیلی فون آپریٹرز کے بارے تمام اعداد و شمار تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

قومی کمیشن برائے کمپیوٹر آزادی (CNIL) نے اس قانون کی عبارت کو خطرناک کہا جبکہ لیگ آف انسانی حقوق، ججوں کی یونین اور فرانس کی وکلاء یونین نے اس نئے قانون کو "آزادیوں کے کچلنے" سے تعبیر کیا۔

دوسری طرف اسٹیٹ کونسل نے اس قانون کو سول آزادیوں کے تحفظ کیلئے اہم قرار دیا اور آئینی کونسل نے 19 جنوری 2006 کو اس قانون کے آرٹیکل 6 کو جائز قرار دیا جس کے تحت تمام سائبر کیفے انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والے آپریٹرز پر لازم تھا کہ وہ اپنے تمام گاہکوں کا ڈیٹا ایک سال تک اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

اس قانون کے طے کردہ فریم ورک کے اندر 2 مئی 2007ء سے فرانس کے وزیر داخلہ نے ٹیلیفونی سسٹم میں مداخلت کیلئے ٹیکنیکل پلیٹ فارم کا آغاز کر دیا۔ اب فرانس کی پولیس کو سارا علم ہے کہ کون کس سے، کہاں سے، کس وقت، کتنی دفعہ کسی دوسرے شخص سے رابطہ کر رہا ہے۔ دراصل سیکیورٹی فورسز اس سطح کی معلومات کی تفصیلات میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتیں کیونکہ اس سطح پر مداخلت کرنے کیلئے انہیں قومی کمیشن برائے مداخلت اور کنٹرول (CNCIS) سے اجازت درکار ہے۔ اس کنٹرول سنٹر کا انتظام و انصرام کو آرڈینیشن یونٹ برائے انسداد دہشت گردی (UCLAT) کے پاس ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دہشت گردی کے حملوں کو روکنے کی آڑ میں آبادیوں کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک گلوبل میکانزم تیار کیا ہے جو صاف ظاہر ہے کہ حکومتیں اپنی مخالف سیاسی قوتوں کی نقل و حرکت جاننے کیلئے اور انہیں کنٹرول کرنے کیلئے استعمال کر رہی ہیں۔

3۔برطانیہ

برطانیہ نے دہشت گردی کے خلاف کرائم اینڈ سیکیورٹی ایکٹ (ATCSA) 14 اگست 2001 کو اختیار کیا۔ اس قانون کے تحت دہشت گردی کے شبے میں پکڑے گئے فرد کو بغیر مقدمہ چلائے لمبے عرصے کیلئے پولیس حراست میں رکھا جا سکتا ہے۔ یہ چیز یورپین کونشن برائے انسانی حقوق کے آرٹیکل 5 کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ایسی حراست جو قانون کے طے کردہ فریم ورک سے باہر ہے خلاف قانون ہے۔

یہ قانون برطانیہ کی وزارت خارجہ کو اختیار دیتا ہے کہ ایسے افراد جن پر بین الاقوامی دہشت گردی میں ملوث ہونے کا الزام ہو کو پکڑ سکتا ہے اور مشکوک غیر ملکی شہریوں کو ڈی پورٹ کیا جا سکتا ہے۔ یہ قانون انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والے آپریٹرز کو بھی پابند کرتا ہے کہ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے فرد کا کنکشن ڈیٹا ایک سال تک محفوظ رکھیں۔ ان معلومات سے وزارت خارجہ آن لائن مالیاتی لین دین اور ای میلز کی نگرانی اور کنٹرول رکھ سکتی ہے۔ اس قانون کی رو سے پولیس کو پہلے سے عدالتی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ایسے قانون کی نظیر برطانیہ میں پہلے سے بھی موجود تھی جسے ریگولیشن برائے اختیارات تحقیقات ایکٹ (RIPA) کہتے ہیں جو سال 2000ء میں اختیار کیا گیا تھا۔

یاد رہے کہ ATCSA کے قانون کو کورٹ آف لارڈز نے غیر قانونی قرار دے دیا تھا کیونکہ یہ

یورپین کونشن برائے انسانی حقوق کے خلاف تھا اور اس قانون کے تحت دہشت گردی کے شبے میں کسی بھی شخص کو بغیر عدالت سے اجازت حاصل کیے لمبے عرصے کیلئے حراست میں رکھا جاسکتا ہے۔ قومیت اور امیگریشن کے اسٹیٹس کی نوعیت سے امتیازی سلوک روا رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ 9 غیر ملکی شہریوں کو 3 سال تک دہشت گردی کے شبے میں برطانوی جیلوں میں بغیر مقدمہ چلائے قید رکھا گیا۔

اس کے بعد 11 مارچ 2005 کو ایکٹ برائے روک تھام دہشت گردی پاس کیا گیا۔ یہ ایکٹ برطانوی شہریوں اور غیر ملکیوں دونوں پر لاگو ہوتا ہے چونکہ دہشت گردی کے شبے میں گرفتار کیے گئے کسی فرد کو عدالتی اجازت کے بغیر قانونی حراست میں نہیں رکھا جاسکتا لہٰذا اس ایکٹ کے ذریعے نام نہاد ”کنٹرول آرڈرز“ متعارف کرائے گئے۔ جس کے تحت غیر ملکیوں کی حرکات و سکنات کی نگرانی کی جاسکتی ہے اور انھیں گرفتار کیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ ”کنٹرول آرڈرز“ وزارت داخلہ کی طرف سے جاری کیے جاتے ہیں مگر ضروری ہے کہ سات دن کے اندر کوئی جج ان آرڈرز کی توثیق کرے۔

جولائی 2005ء کے لندن حملوں کے بعد برطانیہ نے دہشت گردی کے خلاف نئے اقدامات اٹھائے۔ مارچ 2006ء میں دہشت گردی کے خلاف ایک نیا ایکٹ پاس کیا گیا۔ اس ایکٹ کی بعض شقیں بنیادی انسانی حقوق پر کاری ضرب لگاتی ہیں۔ یہ ایکٹ کچھ نئے جرائم، جیسے ”دہشت گردی پر اکسانا“ کی تعریف بھی کرتا ہے اور اس کا سکوپ ان بین الاقوامی قانون کی بعض شقوں کو پار کر جاتا ہے جن کا احترام کرنے کا حکومت برطانیہ نے وعدہ کر رکھا ہے۔ اس ایکٹ کے تحت دہشت گردی کے شک میں گرفتار کیے گئے کسی بھی شخص کی زیادہ سے زیادہ مدت حراست کو 14 دن سے بڑھا کر 28 دن کر دیا گیا۔

برطانیہ کی اجازت انتظامیہ نے کئی اشخاص کو ”قومی سلامتی“ کیلئے خطرہ قرار دے کر ملک سے خارج کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور عدالتی مداخلت کے بغیر کنٹرول آرڈرز لاگو کرنے کیلئے دہشت گردی کے الزام میں بہت سے لوگوں کو حراست میں لے لیا اور انھیں عدالتوں کے سامنے پیش کرنے کی بجائے لمبے عرصے کیلئے پولیس حراست میں رکھا گیا۔

جب یہ کتابچہ لکھا جارہا تھا تو سال 2005ء میں اُردن کے ساتھ کیے گئے ایک معاہدے پر عدالتی فیصلے کا انتظار ہے۔ برطانوی حکومت کا خیال ہے کہ اردن اور دیگر ممالک کے ساتھ کیے گئے معاہدے اس حوالے سے قابل بھروسہ ہیں کہ حکومت برطانیہ اس ذمہ داری سے مبرا ہو جاتی ہے جس کے تحت وہ کسی شخص کو کسی ایسے ملک واپس بھیجنے کی پابند تھی جہاں اُسے تشدد کا سامنا کرنے کا خطرہ ہو۔

4- اٹلی

اٹلی میں بہت پہلے سے دہشت گردی کے خلاف قانون موجود تھا۔ 1979ء میں اٹلی کے فوجداری قانون کے آرٹیکل 270ء کے سیکشن 1 میں دہشت گردی کی تعریف شامل کر دی گئی تھی۔ اس شق کے تحت کوئی بھی شخص جو کسی ایسی تنظیم کو فنڈ دے یا منظم کرے جو تشدد اور دہشت گردی کے ذریعے جمہوری نظم و ضبط کو سبوتاژ کرنے کا پروگرام رکھتی ہو دہشت گرد کہلائے گی۔

14 دسمبر 2001ء کو قانون نمبر 431 کے تحت عالمی دہشت گردی کو جاری فنڈنگ کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک خاص سیکورٹی کمیٹی تشکیل دی۔ 15 دسمبر 2001ء کو قانون نمبر 438 کے آرٹیکل 270 کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے دہشت گردی کی تعریف کو مزید پھیلا دیا گیا۔ اس ترمیم کے ذریعے سول (SISDE) اور فوجی (SISMI) خفیہ ایجنسیوں کے افسران کو اجازت اور اختیار دے دیا گیا کہ معلومات اور شہادتیں حاصل کرنے کی غرض سے وہ ڈرگ اور اسلحہ کی غیر قانونی منڈی میں گھس کر بیکاروبار کر سکتے ہیں اور اس مقصد کیلئے جعلی کاغذات بھی تیار کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد حکومت اٹلی نے اپنے فوجداری قانون کے آرٹیکل 226 میں ترمیم کرتے ہوئے یہ حق حاصل کر لیا کہ وہ کیمیونیکیشن کو کنٹرول اور اس میں مداخلت کر سکتی ہے۔ جس کے ذریعے حکومت ٹیلیفون کالز اور انٹرنیٹ پیغام رسانی کی نگرانی کرتے ہوئے مستقبل میں دہشت گردی کے واقعات کو وقوع پذیر ہونے سے روک سکتی ہے۔ دہشت گردی کے عمل کو وقوع پذیر ہونے سے روکنے کیلئے کمیونیکیشن میں مداخلت چالیس دن تک جاری رکھی جا سکتی ہے۔ لندن بم دھماکوں کے فوراً بعد جولائی 2005ء میں دہشت گردی کے سکوپ کو پھیلا دیتے ہوئے اس کی تعریف میں عالمی جہت بھی شامل کر دی۔ فوجداری قانون کے آرٹیکل 270 میں ترمیم کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ ہر وہ عمل جو کسی ملک یا عالمی تنظیم کو خطرے میں ڈالنے کیلئے کسی آبادی کو ڈرانے دھمکانے کیلئے کسی ملک یا عالمی تنظیم کے بنیادی آئینی، سیاسی، معاشی یا سیاسی ڈھانچوں کو تباہ کرنے یا کمزور کرنے کی غرض سے کیا جائے دہشت گردی تصور ہوگا۔"

بڑی عجیب بات ہے کہ اس تعریف میں تشدد کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ چنانچہ یہ عبارت محض دانشورانہ اور نظریاتی Conduct پر لاگو ہوتی ہے۔

5- اسپین

اسپین کے فوجداری قانون کے ٹائٹل 22، باب نمبر 5 سیکشن 2 کے آرٹیکل 571 اور 580 دہشت گردی کے جرائم کو روکنے سے متعلق ہیں۔ آرٹیکل 571 دہشت گردی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے وہ شخص جو

کسی ایسے مسلح گروہ یا تنظیم سے تعلق رکھے، شامل ہو یا اس کی مدد کرے جو آئینی تنظیم کو سبوتاژ کرنے یا امن عامہ کو خراب کرنے کا مقصد رکھتی ہو یا ایسے 2 جرم میں ملوث ہو جو آرٹیکل 346 اور 351 کو Qualify کرتے ہوں وہ دہشت گرد کہلائے گا۔ اسپین کے آئین کا آرٹیکل 55 کا سیکشن نمبر 2 کہتا ہے

"ایسے افراد جو دہشت گرد یا مسلح گروہوں کے ساتھ روابط کے سلسلے میں تحقیقات کا سامنا کر رہے ہوں پر آرٹیکل 17 سیکشن 2(77 گھنٹے سے زیادہ حراست میں رکھنے پر پابندی) اور آرٹیکل 18 کا سیکشن 2(گھر کا تقدس اور کمیونیکشن کو راز میں رکھنے کا حق) لاگو نہیں ہوتے۔"

اسی طرح اسپین کے آئین کے آرٹیکل 55 سیکشن 2 کے تحت قانون تعزیرات میں ترمیم کے بعد دہشت گردی کے شبے میں پکڑے گئے افراد کو وہ حق حاصل نہیں رہتے۔ مثال کے طور پر قانون تعزیرات کے آرٹیکل 520 اور 503 کے تحت دہشت گردی کے شبے میں پکڑے گئے افراد کو عدالت کے سامنے پیش کیے بغیر 5 دن تک زیر حراست رکھا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے یہ مدت صرف 72 گھنٹے تھی۔ کسی عدالتی مداخلت کے بغیر گرفتاری کے عرصے کو بڑھانے کا مقصد زیر حراست افراد پر غیر قانونی دباؤ ڈالتے ہوئے اپنی مرضی کا بیان حاصل کرنا ہے۔

تاہم اسپین کا فوجداری قانون دہشت گردی کے عمل کو بڑے واضح طریقے سے واضح کرتا ہے۔ اس کا آرٹیکل 71 دہشت گرد تنظیم اور اس کے اداروں کے بارے بیان کرتا ہے لیکن جہاں تک دہشت گردی کے عمل کا تعلق ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس تنظیم کے ممبران کی طرف سے سرزد کی گئی ہوں۔ یعنی واضح ثبوت ہوں کہ لوگوں کی زندگی کو خطرے میں ڈالا گیا ہو۔ کچھ لوگوں کو زخم آئے ہوں۔ مارے گئے ہوں یا اغواء کیے گئے ہوں۔ لہٰذا اسپین کا یہ فوجداری قانون دہشت گردی کے بارے تیار کیے گئے دوسرے قومی اور بین الاقوامی قوانین (جو کچھ ایسی سرگرمیوں کو بھی دہشت گردی قرار دیتے ہیں جو دراصل ایسی نہیں ہوتیں) کی طرح غیر واضح نہیں۔

جون 2002ء میں اسپین کی کانگریس نے انٹرنیٹ ایکٹ LSSICE پاس کیا۔ جس کے تحت انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والے آپریٹرز پر لازم قرار دے دیا گیا کہ وہ اپنے گاہکوں کا کنکشن ڈیٹا کم از کم ایک سال تک محفوظ رکھیں گے لیکن اپوزیشن کی طرف سے متعارف کرائی گئی ایک ترمیم کے بعد پولیس یا خفیہ ایجنسی کو پابند کر دیا گیا کہ وہ بغیر مجسٹریٹ کی اجازت کے انٹرنیٹ ڈیٹا تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔

B۔ دہشت گردی کیخلاف اختیار کئے گئے علاقائی اقدامات اور کنونشنز

دہشت گردی کے خلاف علاقائی سطح پر کئی اقدامات اور کنونشن بھی موجود ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے خاص خاص مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عرب کونشن برائے خاتمہ دہشت گردی (قاہرہ 22 اپریل 1998)

2۔ اسلامک کانفرنس آرگنائزیشن کونشن برائے مقابلہ عالمی دہشت گردی (یکم جولائی 1999)

3۔ افریقین یونین آرگنائزیشن کونشن برائے روک تھام دہشت گردی (الجزائر 14 جولائی 1999)

4۔ جنوبی ایشین تنظیم برائے علاقائی تعاون (سارک) کونشن برائے خاتمہ دہشت گردی (4 نومبر 1987)

5۔ خود مختار ریاستوں کے باہمی تعاون کا معاہدہ برائے خاتمہ دہشت گردی (منسک 4 جون 1999)

6۔ یورپین کونشن برائے خاتمہ دہشت گردی (سٹراس برگ 27 جنوری 1977)

ان کونشنز کے علاوہ کئی دیگر علاقائی اقدامات ہیں جو 9/11 کے بعد لئے گئے۔ امریکن براعظم میں بھی دہشت گردی کے خلاف اقدامات کئے گئے جیسے کہ:

7۔ امریکن ریاستوں کی تنظیم کا کونشن برائے سزا و روک تھام دہشت گردی (واشنگٹن فروری 1971)

8۔ بین الامریکہ کونشن برائے خاتمہ دہشت گردی (باربا ڈوس جون 2002)

لیکن آگے چل کر ہماری بحث کا موضوع زیادہ تر وہ اقدامات رہیں گے جو یورپ کے مختلف ممالک نے 9/11 کے بعد بالخصوص دو سطحوں پر اختیار کئے۔ یعنی کونسل آف یورپ اور یورپین یونین کی سطح پر۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم دہشت گردی کے خلاف اختیار کیا گیا بین الامریکی کونشن بھی زیر بحث لائیں گے۔ اس سے ہم جان سکیں گے کہ عالمی سطح کے ساتھ ساتھ علاقائی سطح پر دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑنے کے کونسے اصول ترتیب دیئے جا رہے ہیں۔

1۔ براعظم یورپ میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لئے اٹھائے گئے اقدامات[13]

دہشت گردی کے خلاف سب سے پہلا یورپین معاہدہ کونسل آف یورپ نے جنوری 1977ء میں پاس کیا تھا۔ اسے "یورپین کونشن برائے خاتمہ دہشت گردی" کا نام دیا گیا۔ اگست 1978ء میں یہ معاہدہ نافذ العمل ہو گیا تھا اور جون 2007ء تک 47 یورپین ممالک نے اس معاہدے میں پارٹی بن چکے تھے۔ 11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے بعد کونسل آف یورپ نے اس کونشن کو اپ ڈیٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لہٰذا 13 فروری 2003ء کو کونسل آف یورپ کی وزراء کمیٹی نے کچھ ترامیم پاس کیں۔ جن کی توثیق 20 یورپی ریاستیں اب تک کر

13۔ کونسل آف یورپ کی بنیاد 1949ء میں مغربی یورپ کی 6 ریاستوں نے ڈال کر رکھی۔ اس وقت 47 یورپی ریاستیں اس کا حصہ ہیں۔ جن میں سے 21 مرکزی اور مشرقی یورپ میں سے ہیں۔ 1950ء میں کونسل آف یورپ نے یورپین کونشن برائے انسانی حقوق پاس کیا اور اس کونشن کے بعد کئی اضافی کونشنز اختیار کئے جا رہے ہیں یہ ادارہ 27 ریاستوں پر مبنی یورپین یونین سے مختلف ادارہ ہے۔

چکی ہیں۔ یاد رہے کہ ان ترامیم میں جرائم کی فہرست بڑھا دی گئی ہے اور کچھ ایسے جرائم جو پہلے سیاسی جرائم سمجھے جاتے تھے اور جن کی بنیاد پر سیاسی پناہ گزینوں کو ملک بدر نہیں کیا جاتا تھا۔ دراصل ان ترامیم میں یہ نوعیت ختم کر دی گئی ہے اور اس طرح سیاسی پناہ گزینوں کو حاصل سہولت ختم کرنے کی بات کی گئی ہے۔

کونسل آف یورپ کی پارلیمانی اسمبلی[14] نے 2004ء میں سفارش نمبر 1664 کے ذریعے ایک نیا کنونشن پیش کرنے کی تجویز پیش کی۔ جسے 2005ء میں قبول کر لیا گیا اور اس طرح یکم جون 2007ء تک 7 ریاستوں کی توثیق کے ساتھ وجود میں آ گیا۔[15] افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ کنونشن دہشت گردی کی تعریف کے بارے میں خاموش ہے۔ اس کنونشن کا آرٹیکل 1 کہتا ہے کہ کوئی بھی جرم جو بین الاقوامی معاہدات کے تحت دہشت گردی کہلاتا ہے وہی دہشت گردی ہے۔ یاد رہے کہ 10 بین الاقوامی معاہدات ایسے ہیں جن میں دہشت گردی کی سرگرمیوں یا ان سے منسلک دیگر سرگرمیوں کا ذکر ہے جبکہ آرٹیکل 5 عوام کو دہشت گردی کے عمل پر اکسانے کے بارے میں ہے۔ "لوگوں میں ایسا پیغام پھیلانا مہیا کرنا جس کی بنا پر وہ دہشت گردی کا عمل کرنے پر آمادہ ہو جائیں کو دہشت گردی سمجھا جائے گا"۔

اس کنونشن کا آرٹیکل 20 سیاسی پناہ گزینوں کو دی گئی رعایت واپس لینے کے بارے میں ہے "کوئی بھی ایسا جرم جو آرٹیکل 5,6,7 اور 9 کے تحت آتا ہو اور جس کے تحت کسی سیاسی پناہ گزین کو ملک بدر نہ کیا جا سکتا ہو" آئندہ کے لئے یہ آرٹیکلز لاگو نہیں ہوں گے[16] اور ایسے افراد کو عدالتی تعاون کی غرض سے ان کے متعلقہ ملک بدر کیا جا سکتا ہے اور اس طرح ان سیاسی پناہ گزینوں کو اپنے ملک واپس جا کر سیاسی مزاحمت کی بنا پر قائم کئے گئے مقدمات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ 15 جولائی 2002ء کو دہشت گردی کے خلاف جنگ اور انسانی حقوق کے حوالے سے کچھ رہنما اصول اختیار کئے گئے تھے جن کا آرٹیکل 9 عائد کی گئی پابندیوں کو تسلیم کرتا ہے۔ اسی طرح آرٹیکل 12 سیاسی پناہ کی انسانی اہمیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اگر ریاست کو یہ یقین کرنے کیلئے سنجیدہ جواز مل جائے کہ سیاسی پناہ کی درخواست دینے والا شخص دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث رہا ہے تو ان کی پناہ کی درخواست رد کی جا سکتی ہے۔ اب ایسی صورت حال میں ہم سب جانتے ہیں کہ فیصلہ خفیہ ایجنسیوں کی فراہم کردہ

14۔ کونسل آف یورپ کی پارلیمانی اسمبلی 47 ممبر ریاستوں کی قومی پارلیمان کے نمائندگان پر مشتمل ادارہ ہے جس کے 636 اراکان ہیں۔ یاد رہے یہ ادارہ یورپین پارلیمنٹ یا یورپین یونین سے مختلف ادارہ ہے۔

15۔ جون 2007ء تک البانیہ، بلغاریہ، ڈنمارک، مولڈوا، روس، سلواکیہ اور یوکرائن اس کنونشن کی توثیق کر چکے ہیں۔

16۔ یورپین کونسل کے کنونشن 1977ء، 2005ء، 2003ء کے کنونشنز میں ترامیم کی تفصیلات اس ویب سائٹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (http://www.conventions-coe-int/)

معلومات پر منحصر ہو گا چند قوی امکان ہوتا ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔

اب یہی آرٹیکل 12 غیر ملکیوں کی اجتماعی ملک بدری کو بھی روکتا ہے اور اس رکاوٹ کا ذکر 1963ء کے یورپین کنونشن برائے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے پروٹوکول نمبر 4 کے آرٹیکل نمبر 4 میں ملتا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود جون 2002ء میں یورپین یونین کے لیڈروں نے "غیر قانونی تارکین وطن کو واپس بھیجنے کی کمیونٹی پالیسی" پر رضامند ہونے کے بعد اس پر عمل شروع کر دیا۔ اس پالیسی کا مقصد غیر قانونی افراد کی ایک ہی جہاز میں اجتماعی واپسی کو یقینی بناتے ہوئے اخراجات میں کمی کرنا مقصود ہے۔ یورپ کے اندر چوری چھپے آنے والوں کو پکڑنے کے بعد ان کی اجتماعی ملک بدری کو دراصل مسئلے کا تیسرا اور آخری حل سمجھا گیا۔

یورپین یونین

یورپین یونین کی وزراء کونسل نے 27 دسمبر 2001ء کو سیکیورٹی کونسل کی قرارداد نمبر 1373 کے تحت دہشت گردی کے خلاف چار اقدامات اختیار کئے۔ ان میں سے دو کا تعلق دہشت گردی کے خلاف مشترکہ پوزیشن لینے سے ہے۔ ایک ریگولیشن اور ایک فیصلہ ہے۔ 13 جون 2002ء کو وزراء کونسل نے فیصلہ لینے کے لئے فریم ورک اختیار کیا۔

چاروں اقدامات کا یہ پورا ڈھیر دراصل دہشت گردی کی وسیع تر تعریف پر مشتمل ہے اور سب سے بڑھ کر ان اشخاص، گروہوں اور اداروں کی تعریف پر مشتمل ہے جو دہشت گردی میں ملوث ہوں[17] اور بطور دہشت گرد کوالیفائی کرتے ہوں۔ مشترکہ پوزیشن نمبر 931 آف 2001ء اور 976 آف دسمبر 2002ء میں ممبر ریاستوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنے اپنے ہاں ایسے افراد، گروہوں اور اداروں کی فہرستیں تیار کریں جو دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ لہٰذا اس مشترکہ پوزیشن کی بنیاد پر کونسل آف منسٹرز نے ایسے افراد اور تنظیموں کی فہرستیں جاری کیں جو دہشت گرد کے طور پر کوالیفائی کرتی تھیں۔ ان فہرستوں کی گاہے بگاہے نظرثانی کی گئی مگر یہ بغیر کسی طرح کے عدالتی کردار کی شمولیت کے تیار کی گئیں۔ یہ تمام اقدامات یورپین یونین کی تمام ممبر ریاستوں پر لاگو ہوتے ہیں۔

ریاستی دہشت گردی کے تاثر کو ختم کرنے کیلئے فیصلے کے فریم ورک نمبر 11 میں واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ سرگرمیاں جو کسی ریاست کی مسلح افواج اپنے سرکاری فرائض سرانجام دیتے ہوئے کریں دہشت گردی کی اس تعریف میں شامل نہیں۔ پوائنٹ نمبر 11 کا پہلا حصہ کہتا ہے کہ "مسلح لڑائی کے دوران افواج کی طرف سے لئے گئے ایکشن جو بین الاقوامی انسانی قوانین کے ماتحت ہوں انہیں دیگر بین الاقوامی قوانین کے ماتحت قرار نہیں

"17 آرٹیکل نمبر 1، پیراگراف نمبر 2، مشترکہ پوزیشن آف دسمبر 2001ء

دیا جاسکتا" چنانچہ اس وضاحت کے مطابق قومی آزادی کی تحریکوں اور باغی گروہوں کی مسلح فورسز بھی دہشت گردی کی طے کردہ تعریف میں شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ مسلح فورسز بھی بین الاقوامی انسانی قانون کے فریم ورک کے اندر آتی ہیں۔ (جنیوا کنونشن کا آرٹیکل 3، تیسرے کنونشن کا آرٹیکل نمبر 4، کووننٹ نمبر 1 آرٹیکل نمبر 1 اور پیرا گراف نمبر 4 اور 1977ء کے کووننٹ نمبر 2 آرٹیکل نمبر 1 کا پیرا گراف نمبر 1)

اس کے باوجود وزراء کونسل کی 17 جون 2002ء اجلاس کی مشترکہ پوزیشن نمبر 462 اور اسی تاریخ کا فیصلہ نمبر 460 دہشت گرد تنظیموں کی فہرست میں ان مسلح انقلابی گروہوں کو بھی شامل کرتا ہے جو دراصل دہشت گرد نہیں۔ مثال کے طور پر مسلح انقلابی فورسز آف کولمبیا (FARC) کو بھی اس فہرست میں شامل کیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ تنظیمیں انسانی قانون کی خلاف ورزی کرتی ہیں تو ان پر انسانی حقوق کے اندر درج ہوئے پابندی لگائی جاسکتی ہے نہ کہ انہیں دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا جائے۔ FARC کے کیس میں کونسل نے کسی ٹھوس قانونی شہادت کے بغیر ایک سیاسی پوزیشن اختیار کرلی۔ اس طرح کی پوزیشن لینے سے یورپین یونین کو ایک اور نقصان ہوا کہ اس لڑائی میں وہ "حاصل شدہ" غیر جانبدار ثالثی کا کردار بھی کھو بیٹھا۔

اسی طرح جون 2003ء میں اسپین کی قومی سیاسی جماعت بیری تاسونا کو جسے سپین میں پہلے سے ہی غیر قانونی قرار دے دیا گیا تھا یورپین یونین نے دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا۔ اگرچہ یہ ثابت ہو بھی گیا تھا کہ بیری تاسونا کے دہشت گرد تنظیم کے ساتھ روابط ہیں پھر بھی یورپین یونین اور امریکہ کی طرف سے بغیر کسی قانونی اور طریقہ کار کے ایک پارلیمانی سیاسی جماعت کو دہشت گرد تنظیم کے طور پر کو الیفائی قرار دینا انتہائی خطرناک مثال ہے جو یورپ میں جمہوریت کے مستقبل کے لئے نیک شگون نہیں۔

تاہم 27 دسمبر 2001ء کو اختیار کئے جانے والے اقدامات اور 13 جون 2002ء کے فریم ورک فیصلے کی عبارتوں میں تفاوت موجود ہے۔ فریم ورک فیصلے کی عبارت کا پوائنٹ 10 بنیادی حقوق کے احترام کی بات کرتا ہے جس کا ذکر 27 دسمبر 2001ء کے اقدامات میں نہیں اور اس کا زیادہ زور قومی ریاستوں کی خودمختاری کے احترام کے قانونی پہلوؤں پر ہے۔

یورپین یونین کی وزراء کونسل کے فریم ورک فیصلوں کے حوالے سے یورپین کمیشن نے سال 2001ء میں دو ڈرافٹ پاس کئے۔ پہلے ڈرافٹ کا تعلق ممبر ریاستوں میں ہونے والی قانون سازی میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرنا تھا تا کہ دہشت گردی کی تعریف اور اس جرم کے لئے تجویز کردہ سزاؤں کے حوالے سے مشترکہ نقطہ نظر اختیار کیا جائے۔ دوسرے ڈرافٹ کا تعلق یورپین وارنٹ گرفتاری کے میکنزم کی تخلیق کے بارے ہے۔ 6 فروری 2002ء کو یورپین پارلیمنٹ نے بھاری اکثریت کے ساتھ ان دونوں ڈرافٹس کی منظوری دے دی۔

تمثیل نمبر 3

یورپین وارنٹ گرفتاری اور یورپ میں حق پناہ کا خاتمہ

نئے یورپین وارنٹ گرفتاری کے مطابق ہر ریاست میں موجود سزا یافتہ مجرم یا گمشدہ جرم میں ملوث مشکوک افراد کسی دوسرے ملک میں پناہ حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتے جبکہ ان کی ملک بدری کے بارے کسی عدالت میں زیر سماعت ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ یورپین یونین کے اندر کہیں بھی زیر حراست مشکوک افراد کو بڑی آسانی سے اور تیز رفتاری کے ساتھ واپس اس ملک کے حوالے کیا جا سکتا ہے جہاں اس نے مبینہ طور پر کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو۔

یورپین وارنٹ گرفتاری جاری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی رکن ملک کے عدالتی حکام یورپین یونین کے اندر کسی بھی ایسے شخص کے وارنٹ گرفتاری جاری کر سکتے ہیں جس پر کوئی ایسا جرم کرنے کا الزام ہو جس کی کم از کم سزا ایک سال ہو یا ایسا شخص جسے چار ماہ تک کی سزا سنائی جا چکی ہو۔ ایسے جرائم کے زمرے میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو مثال کے طور پر پولیس کی حراست سے بھاگ گئے ہوں یا اپنے ملک میں ضمانت منسوخ ہونے کے بعد سزا سے بچنے کے لئے بھاگ گئے ہوں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یورپین وارنٹ گرفتاری ملک بدری کے پیچیدہ نظام کی نسبت زیادہ تیز اور آسان طریقہ ہے۔ اس کے مطابق کوئی یورپی ریاست اپنے شہری کو کسی ایسی دوسری ریاست کے حوالے کرنے سے انکار نہیں کر سکتی جہاں کے عدالتی حکام ایسے شہری کی حوالگی کا مطالبہ کریں تا کہ اس پر مقدمہ قائم کیا جا سکے۔ ایسے مطلوب اور مشکوک شہری کو متعلقہ ریاست 90 دن کے اندر حوالے کرنے کی پابند ہے۔[18]

تمثیل نمبر 4

دہشت گردی کے خلاف اپنائے جانے والے اصول اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں

1۔ ''دیکھتے ہی گولی مار دو''

22 جولائی 2005 کی صبح 10 بجے لندن کے زیر زمین سٹاک ویل ریلوے اسٹیشن پر برطانوی پولیس

18۔ ذریعہ معلومات: ڈائریکٹوریٹ جنرل برائے آزادی، تحفظ اور انصاف (یورپین کمیشن) انفارمیشن اور کمیونیکیشن یونٹ اکتوبر 2004

(http://ec.europa.eu/justice-home/key-issues/european-arrest-warrant-1204-pdf)

نے ایک شہری جین چارلس ڈی مینزز کے سر میں 7 گولیاں داغ کر موقع پر ڈھیر کر دیا۔ یہ واقعہ 7 جولائی کے لندن بم دھماکوں بعد مایوسی اور جھنجھلاہٹ کی جانے والی برطانوی پولیس کی طرف سے "کچھ کر دکھانے کی دھن" پہلی بڑی دلیرانہ جواب تھا۔ یہ گھناؤنا اور غیر منصفانہ عمل کرگزرنے کے بعد لندن پولیس اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے پر بضد تھی۔ ان کے مطابق مرنے والے شخص کا لباس اور رویہ مشکوک تھا جس کی وجہ سے اسے گولی مارنا ضروری تھا۔ لیکن عدالتی کارروائی کے دوران یہ ثابت ہو گیا کہ چارلس ڈی مینزز نے نہ تو عجیب و غریب کپڑے پہن رکھے تھے اور نہ ہی اس نے ایسے رویے کا اظہار کیا تھا جس سے وہ مشکوک لگے۔ آخر کار با اختیار افراد، سیاستدانوں اور میڈیا کے بیانات سے واضح ہو گیا کہ پولیس نے ایک معصوم شخص کو مار ڈالا تھا۔

چارلس ڈی مینزز کی موت کے بعد پولیس چیف آیان بلیئر نے "دیکھتے ہی گولی مار دو" کے اصول کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ خودکش حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ پالیسی لازم ہے۔ کسی ایسے شخص (جو مشکوک خود کش حملہ آور ہو) کی چھاتی یا ٹانگوں پر گولی مارنا فضول ہے کیونکہ جیسے ہی وہ گرے گا/ گرے گی تو اس کی چھاتی پر باندھا ہوا بم پھٹ جائے گا۔ جس سے زیادہ نقصان ہو سکتا ہے۔ لہٰذا خودکش حملہ آور کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے سر میں گولی ماری جائے۔ آیان بلیئر سے پہلے والے پولیس چیف لارڈ سٹیونز کے مطابق باوجود کہ اس اصول سے بہت بڑی غلطی کا احتمال ہے لیکن یہی جائز اور مناسب طریقہ ہے۔[19]

"دیکھتے ہی گولی مار دو" پالیسی کے حوالے سے چارلس ڈی مینزز کی موت دراصل ان مختلف رد عملوں میں سے ایک رد عمل کا نتیجہ ہے جو برطانوی حکومت دہشت گردی سے نپٹنے کیلئے کر رہی ہے۔ برطانوی پولیس نے اپنے ماہرین کو روس، سری لنکا اور اسرائیل بھیجا تا کہ خودکش حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے طریقے اور تکنیک جان سکیں اور اس کے بعد 22 جنوری 2003 کو MIS کے دفتر میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس میں "دیکھتے ہی گولی مار دو" کی پالیسی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یاد رہے کہ یہ فیصلہ برطانوی پارلیمنٹ کے اندر زیر بحث نہیں لایا گیا۔[20]

"دیکھتے ہی گولی مار دو" کا اصول بظاہر خودکش حملہ آور سے مقابلہ کرنے کا ایک احسن طریقہ نظر آتا ہے مگر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑا رسک ہے بالخصوص عوام کیلئے یہ خطرہ اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب کوئی شہری غلطی سے ایسے رویے کا اظہار کر بیٹھے یا لباس پہن لے جس سے اس پر دہشت گرد ہونے کا شبہ ہو جائے۔ لہٰذا یہ اصول شہریوں کو اپنی مرضی کے لباس پہننے اور اپنی مرضی کے رویوں کا اظہار کرنے کے بنیادی حق کو

19۔ پولیس چیف کا بیان اخبار Le Monde کی 26 جولائی 2005 کی اشاعت میں صفحہ نمبر 2 پر دیکھا جا سکتا ہے۔

20۔ چارلس ڈی مینزز کے قتل کی مزید تفصیلات کیلئے (New Border Polities? in Alternatives, 2007) صفحہ 177 پر تجزیاتی رپورٹ (The Guardian, 8th March 2006)

استعمال کرنے سے ڈرانا ہے۔ مزید برآں اس اصول کے دنیا کے دیگر ممالک میں سیاسی احتجاجوں میں شامل شرکاء پر بھی استعمال کرنے کے بے شمار واقعات سامنے آچکے ہیں۔ اس طرح اس اصول کو گماؤنے رد عمل کے نام پر غلط طریقے سے استعمال کرتے ہوئے معصوم لوگوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔

اقوام متحدہ کے رپورٹر برائے "ماورائے عدالت قتل اور سمری سزائیں" نے اپنی رپورٹ میں ایسے اصولوں کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"دیکھتے ہی گولی مار دو" کا منہاد اصول دراصل رائج شدہ قانونی معیارات کو اپنی جگہ سے ہٹا دینے کا حربہ ہے تاکہ مبہم تعریف پر مبنی اس اصول کے ذریعے قتل کرنے کا لائسنس حاصل کیا جا سکے۔ یہ اصول نہ صرف قانون لاگو کرنے والی فورسز کو کنفیوژن کا شکار کرتا ہے بلکہ معصوم شہریوں کی زندگی کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ پولیس کو اپنی غلطیوں کا جواز فراہم کرتا ہے اور خطرات کا صحیح اور قانونی طریقے سے مقابلہ کرنے سے بچنے کی عادت کے کلچر کو پیدا کرتا ہے۔[21]

دہشت گردی کے خلاف ریاستی کردار کی جنگ آمیز مثالیں

جرمن شولوجسٹ پر الزامات

سال 2006ء میں جرمنی کے اٹارنی جنرل نے ایک 7 رکنی شدت پسند گروپ (MG) کے خلاف فوجداری قانون کی دفعہ A-129 کے تحت تحقیقات شروع کیں۔ گروپ پر الزام تھا کہ انہوں نے تشدد پسند گروہ کی بنیاد رکھی ہے۔ جرم کی تحقیقات کرنے والے جرمنی کے وفاقی ادارے (BKA) نے گروپ کو 20 مختلف حملوں کا مورد الزام ٹھہرایا جن میں پولیس کے بقول اس گروپ نے پرائیویٹ اور پولیس کی گاڑیاں جلائی تھیں۔ BKA نے مزید الزام لگایا کہ یہ گروپ جرمنی کے سماجی ڈھانچے کو تباہ کرنے کے بعد ایک نیا کمیونسٹ آرڈر لانا چاہتا ہے۔ اس گروپ کے خلاف تحقیقات کے حوالے سے یکم اگست 2006ء کو جرمنی کے جانے مانے شولوجسٹ اندریج ہوم (Andrej Holm) کو گرفتار کر لیا گیا مگر 22 دن بعد رہا کر دیا گیا۔ جرمنی کے دہشت گردی کے خلاف بنائے گئے قوانین کا سہارا لیتے ہوئے پولیس نے ہوم کی گاڑی میں جاسوسی آلات نصب کر دیئے تاکہ پتہ چلایا جا سکے کہ وہ کس وقت کہاں موجود ہے۔ اس کے ٹیلیفون اور ای میل کو ٹیپ اور نگرانی کی گئی۔ پولیس نے ہوم پر دہشت گرد تنظیم کے ساتھ دانشورانہ گٹھ جوڑ کا الزام لگایا۔ پولیس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہوم کے سائنسی مقالات میں استعمال کی گئی زبان اور ڈکشن تشدد پسند گروپ کے منشور میں استعمال کی گئی زبان سے ملتی جلتی تھی۔

21۔ رپورٹ (E/CN4/2006/53)

جرمن پولیس کے بقول ہوم نے مبینہ دہشت پسند گروپ کو نظریاتی ہتھیار فراہم کیے تھے۔[22] تاہم 3 ہفتے کے بعد 22 اگست کو ہوم کو 2 مئی کے سوشولوجسٹوں اور امریکن ویوسی ایشن آف سوشولوجی کی طرف سے احتجاج کے بعد رہا کر دیا گیا۔[23] لیکن ہوم کے خلاف وارنٹ گرفتاری ابھی تک نہیں اٹھائے گئے۔[24] یہ امر افسوسناک ہے کہ پولیس کی طرف سے اس طرح کے دلائل سے سائنسی سرگرمیوں کو جرم ثابت کرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

ہیلی جنڈیم شہر میں مظاہرے

سال 2007ء میں 2 مئی کے شہر ہیلی جنڈیم میں G-8 سمٹ اجلاس کے موقع پر شدید عوامی مظاہرے دیکھنے میں آئے۔ پولیس نے شولوجسٹ ہوم اور مبینہ دہشت گرد تنظیم MG کو ان مظاہروں کا ذمہ دار قرار دیا۔

سمٹ اجلاس سے پہلے پولیس نے 12 کلومیٹر لمبی خاردار تار کی دیوار تیار کی جس پر 205 ملین ڈالر خرچ ہوئے لیکن اگلے ہی دن خاردار تار کی اس دیوار میں 40 جگہ سے نقب لگائی گئی اور اس دیوار کو کاٹا گیا۔ زیادہ تر نقب کے واقعات بائیں بازو کے اداروں کی عمارتوں کے قریب تھے۔ مظاہروں میں 15000 کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔ پولیس نے اس موقع پر 1200 افراد کو گرفتار کیا۔ گرفتار ہونے والوں کا دفاع کرنے والے وکلا کا دعویٰ ہے کہ 90 فیصد افراد بغیر کسی قانونی جواز کے گرفتار کیے گئے۔

یورپین وارنٹ گرفتاری

7 دسمبر 2004ء کو اسپین کے ایک شہری فرانسس ایلریٹ کو فرانس کی حکومت نے بیان شہر سے گرفتار کر لیا۔ وہ فرانس میں سیاسی قیدیوں کے دفاع کیلئے بنائی گئی ایک تنظیم اسکاٹا کا ترجمان ہے۔ چند ہی گھنٹے بعد فرانس کی حکومت کے امور داخلہ کے وزیر نے حکومت اسپین کو یقین دلایا کہ ان کا ملک اسپین کی ETA کے خلاف

22۔ پولیس نے اپنے دلائل میں ہوم پر جو الزامات عائد کیے ان میں ہوم کی طرف سے اپنی دانشورانہ صلاحیت استعمال کرتے ہوئے دہشت گرد گروپ (MG) کیلئے پیچیدہ ڈاکومنٹ لکھنا اپنی خدمات MG کے حوالے کرنا بالخصوص لائبریری لٹریچر اور اہم خبروں تک رسائی کے حق کا غلط استعمال کرنا۔ ہوم کا مبینہ سازشی رویہ اور 2 مئی کے شہر ہیلی جنڈیم میں عالمی معاشی سمٹ کے موقع پر عوامی احتجاج میں شمولیت شامل ہے۔

23۔ رچرڈ سینٹ، سکیا سیسن، مائیکل زیول، کریک کالان، پیٹر مارکوس اور فرانسس فاکس

24۔ مزید معلومات کیلئے دیکھیں۔ رچرڈ سینٹ اور سکیا سیسن کا آرٹیکل "Guantonama in Germmany"
(The Guardian 21 Aug 2007)

لڑائی میں بھرپور تعاون کرے گا۔ تیری لیفرٹ کو دہشت گردی پروجیکٹ کیلئے کام کرنے والے مجرموں کے گروہ کیساتھ تعلقات رکھنے کے الزام میں قید کر لیا گیا۔ جنوری 2005ء میں اسپین کی اعلیٰ عدالت کے ایک جج بلتسار گارزون کی درخواست پر لیفرٹ کے خلاف یورپین وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے گئے تاکہ اسے اسپین کے حوالے کیا جا سکے۔

یاد رہے لیفرٹ جس تنظیم اکتانا کا ترجمان ہے وہ فرانس میں قانونی حیثیت رکھتی ہے لیکن اسپین میں اس تنظیم کو ایک اور گروپ ETA کے ساتھ جوڑا جاتا ہے جسے 27 دسمبر 2001ء کو یورپین کمیشن بھی دہشت گرد قرار دے چکا ہے۔[25]

اسپین کی اعلیٰ عدالت کے جج کی درخواست پر جاری ہونے والے یورپین وارنٹ گرفتاری کی مذمت کرتے ہوئے 21 جنوری 2005ء کو فرنچ لیگ برائے انسانی حقوق نے کہا کہ جلدی میں اختیار کیے گئے یورپین وارنٹ گرفتاری کے اندر کئی خامیاں ہیں اور یہ حق شہری آزادی اور حق دفاع کے بر خلاف ہے۔ اسی طرح ٹریبونل یونین آف فرانس نے بھی یورپین وارنٹ گرفتاری کو ماننے سے انکار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کونا دی جنرل اس وارنٹ پر عملدرآمد کرنے کے حق میں تھا لیکن فرانس کی عدالت نے وارنٹ پر عملدرآمد روک دیا۔

2- براعظم امریکہ میں دہشت گردی کے خلاف اٹھائے گئے اقدامات

دہشت گردی کے خلاف بین الامریکہ کنونشن

یہ کنونشن 3 جون 2002ء کو بارباڈوس میں OAS جنرل اسمبلی نے پاس کیا۔ افسوس کی بات یہ ہے یہ کنونشن (AG/RES.1840(xxx11.O/02) [26] بغیر کسی بحث و تمحیص اور گفتگو کے فوراً ہی پاس کرا لیا گیا۔ کچھ این جی اوز کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات جیسے کنونشن کو کھلی بحث کیلئے پیش کرنے کی تجویز کو سرے سے سنا ہی نہیں گیا۔ امریکی دباؤ اس قدر شدید تھا کہ کنونشن کی بابت ہر طرح کے اٹھائے گئے سوالات موخر کر دیے گئے۔ اسے جلدی سے پاس کروا لیا گیا۔ اجلاس کے شروع میں 34 حکومتی نمائندگان میں سے 17 نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اختلافی رائے دی مگر جیسے ہی اس وقت کے امریکہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ کولن پاول اجلاس میں شامل ہوئے ان 17 حکومتی نمائندگان نے بھی اپنی اختلافی رائے ختم کر لی۔ اور مندرجہ ذیل ترمیم

25۔ 27 دسمبر 2001ء مشترکہ پوزیشن وزرا کونسل۔ دہشت گردی کے خلاف اقدامات پر عمل۔ 2001/931/PESC

26۔ اس کنونشن کو جن ممالک نے پاس کیا ان میں انٹی گوا، ارجنٹائن، برازیل، کینیڈا، چلی، کوسٹاریکا، ایکواڈور، السلواڈور، گریناڈا، گوئٹے مالا، ہنڈوراس، جمیکا، نکاراگوا، پاناما، پیراگوئے، پیرو، سینٹ کٹس، یوراگوئے، وینزویلا اور امریکہ شامل تھے۔

کی آرا پیش کیں۔

A- دہشت گردی کی تعریف پر عدم رضامندی

تنظیم برائے امریکن اسٹیٹس اسمبلی (OAS) جس نے یہ مندرجہ بالا کنونشن پاس کیا اس کے اجلاس میں دہشت گردی کی تعریف کے حوالے سے مکمل رضامندی موجود نہیں تھی۔ اس بات کا اظہار ایکواڈور کے نمائندے نے کیا۔ اس نے کہا کہ ایکواڈور کی حکومت اس بات پر افسوس کا اظہار کرتی ہے۔ OAS کی ممبر ریاستیں دہشت گردی کی کوئی ایسی تعریف سامنے نہیں لا سکیں جس پر مکمل ہم آہنگی اور رضامندی ہو۔

B- کنونشن میں ریاستی دہشت گردی کا عدم ذکر

اجلاس کے دوران یہ چیز محسوس کی گئی کہ کنونشن میں ریاستی دہشت گردی کا سرے سے ذکر نہیں اور یہ صرف افراد یا گروہوں کی طرف سے کی جانے والی دہشت گردی کی بات کرتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بین الاقوامی کنونشنز کا مقصد ریاستی دہشت گردی کا تعین کرتے ہوئے اس کا مقابلہ کرنا ہے اور ایسے ضوابط بنانا ہے جو فرد پر لاگو ہوتے ہوں۔ مثال کے طور پر انسانی حقوق کا احترام تو ریاستیں ہی کر سکتی ہیں۔ اس حوالے سے تیار کیے گئے کنونشن صرف ریاستوں پر ہی لاگو ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ کنونشن چونکہ ریاستی دہشت گردی کا ذکر نہیں کرتا اور اس طرح بنیادی عالمی قانون کے اصول کو نظر انداز کرتا ہے یعنی ریاستی ذمہ داری کی بات نہیں کرتا۔

C- کنونشن میں دیے گئے تعزیری پہلوؤں میں عدم توازن

تعزیری اور فوجداری معاملات میں یہ مسلمہ اصول ہے کہ کوئی جرم یا پابندی اس وقت تک لاگو نہیں ہو سکتی جب تک اس جرم کو وضاحت سے بیان کرنے والا قانون پہلے سے موجود نہ ہو۔ جہاں تک عالمی معاہدات کو مقامی قوانین کے ذریعے لاگو کرنے کا تعلق ہے اس کے لیے دو قانونی نظام موجود ہیں۔ پہلے کو دوہرا (Dualist) طریقہ کہتے ہیں جو مقامی قانون سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے اندر عالمی معاہدے کے نفاذ کیلئے گنجائش پیدا کرے۔ دوسرے طریقے کو وحدت (Monist) کہتے ہیں جس کے ذریعے کوئی ریاست کسی عالمی معاہدے کی توثیق کے بعد اس کو لاگو کرنے کا طریقہ خود سے وضع کرتی ہے جسے مقامی قانون سمجھا جاتا ہے۔

ظاہر ہے اگر عالمی معاہدہ مناسب حد تک باضابطہ اور واضح نہ ہو اور توثیق کرنے والی ریاستوں سے اقدامات کرنے کا متقاضی ہو تو ایسی صورت میں عملدرآمد کیلئے مقامی قوانین اور ضوابط کی موجودگی اور ان سے سہولت حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

بالخصوص ایسے عالمی معاہدوں کی صورت میں جو باضابطہ اور واضح طور پر مجرمانہ رویوں کی وضاحت

کرتے ہوں قانونی ماہرین کا خیال ہے کہ عالمی فوجداری قانون واضح طور پر دوہری (Dualist) اپروچ پر یقین رکھتا ہے اور وہ ممنوعہ اعمال کا ذکر کرتا ہے لیکن پابندی نہیں لگاتا۔[27] مثال کے طور پر عالمی فوجداری عدالت اور کونشن برائے ''روک تھام نسل کشی'' کو کسی بھی مقامی قانون کے ذریعے براہ راست لاگو کیا جا سکتا ہے۔ دوسری اپروچ جسے وحدت (Monist) کہتے ہیں کے مطابق بین الاقوامی معاہدے کا مقامی فوجداری قانون کے طور پر نفاذ اس وقت ممکن ہے جب متعلقہ ریاست نے عالمی معاہدے کی توثیق کر دی ہو۔[28] جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے قومی یا بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کو جرم کے طور پر ثابت کرنے کے لئے ایک جامع تعریف ضروری ہے جس کے بغیر ہم دہشت گردی کو جرم ثابت نہیں کر سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف بین الامریکہ کونشن تضاد کا شکار ہے کیونکہ یہ کونشن دہشت گردی کی کوئی تعریف نہیں کرتا اور محض آرٹیکل نمبر 2 میں بیان کیے گئے کچھ ایسے عالمی کونشنز کا سہارا لیتا ہے جو ایسی سرگرمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جنہیں دہشت گردی گردانا جا سکتا ہے۔ اس کونشن کی ساری عبارت ایک طرح سے مبہم ہے جو شاید جان بوجھ کر اس طرح لکھی گئی ہے۔ مثال کے طور پر آرٹیکل نمبر 2 کا پہلا پیراگراف یہ کہتا ہے ''اس کونشن میں جرم سے مراد وہ جرم ہے جس کا ذکر نیچے دیے گئے عالمی قوانین میں کیا گیا ہے''۔ دوسرے الفاظ میں یہ کونشن شروعاتی دہشت گردی کی ایسی تعریف سے ہٹتا ہے جس کا عالمی کونشنز میں ذکر تو ہے مگر محدود حد تک۔ چنانچہ براہ راست دہشت گردی کی تعریف کرنے کی بجائے بین الامریکہ کونشن کا آرٹیکل نمبر 4 پیراگراف نمبر 1 سیکشن d اور دیگر پیراگراف جن میں نمبر 5,6,8,9 اور 10 شامل ہیں دراصل عالمی قوانین عالمی قوانین کا ریفرنس دیتے ہیں۔ چنانچہ بین الامریکہ کونشن دراصل اس بنیادی اصول کی خلاف ورزی کا دروازہ کھولتا ہے جو کہتا ہے کہ (Nullum Crimen, Nulla Poena Sine lege) یعنی کوئی جرم قانونی طور پر جرم نہیں

27۔ Andre Huet and Renee Karing- joulin,(Droit, penal international) Presses Universites de, France 1993, Paragrap58 نے دہشت گردی کی تشریح کرتے وقت یہ بیان دیا کہ ''اس کونشن کے آرٹیکل 2 کے سیکشن 1 میں مختلف جرائم کے بارے طے کردہ طریقہ کار اور میکانزم فوجداری قانون کے ذریعے بھی لاگو ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کونشن میں بیان کردہ جرائم کو تجزیہ میں جرم کی تعریف کو اپنائی کرتے ہیں۔

28۔ اس اپروچ کا استعمال کرتے ہوئے تیونس کے ملک نے الجزائر کی طرح کے ساتھ اور دیگر نے بیان دیا کہ چونکہ وہ دہشت گردی کے خلاف بین الامریکہ کونشن کے آرٹیکل نمبر 2 میں بیان کردہ عالمی کونشنز میں پارٹی نہیں چنانچہ وہ اس آرٹیکل کو اپنے ملک میں لاگو نہیں کریں گے۔

ہو سکتا جب تک اس جرم کی تعریف اور وضاحت کرنے والا قانون پہلے سے موجود نہ ہو۔[29] لہذا فوجداری قانون کی روح میں توازن میں بگاڑ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور ہر ریاست اپنی مرضی کی تشریح کرتے ہوئے نئے تضادات کی راہ ہموار کرے گی جسے حکومت اور اپوزیشن اپنے اپنے مفادات کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں شروع ہو سکتی ہیں۔

D- کنونشن کے اندر بیان کیے گئے بنیادی اصول جیسے سیاسی پناہ کا حق اور سیاسی مجرم کو ملک بدری کے قانون سے استثناء کے حق کو ترک کرنا

بین الاقوامی کنونشن کا آرٹیکل 10 (زیر حراست فرد کی حوالگی) کا پیراگراف نمبر 3 کہتا ہے کہ کسی بھی گرفتار کیے گئے شخص کو کسی دوسرے ملک ٹرانسفر کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ گرفتار کرنے والی اور درخواست کرنے والی ریاست آپس میں رضامند ہو جائیں۔ یاد رہے کہ لاطینی امریکہ میں سفارتی اور سیاسی پناہ حاصل کرنے کی پرانی روایت موجود ہے اور اس حقیقت کا اظہار 1928 (La Habana) کانفرنس 1933ء اور 1939ء کی (Montevideo) کانفرنس اور 1954ء کی (Caracus) کانفرنس کے اعلامیوں سے بھی ہوتا ہے۔ کنونشن کا آرٹیکل 11 سیاسی جرم کی استثناء کے عدم نفاذ کا ذکر کرتا ہے۔ سیاسی جرم کی تعریف ایک مشکل کام ہے۔ سیاسی مجرموں پر بات کرتے ہوئے پروفیسر Jimenez de Asua کہتے ہیں کہ سیاسی مجرم دراصل وسیع تر عوام الناس کیلئے بہتر زندگی اور سیاسی شکلوں کی بہتری چاہتا ہے۔ وہ بے غرض ہو کر عوام کا بہی خواہ ہوتا ہے اگر وہ اپنی منزل حاصل کر لے تو عوام کا ہیرو بن جاتا ہے اور اگر ناکام ہو جائے تو مجرم بن جاتا ہے۔

لیکن ہم کچھ قابل مذمت اعمال جیسے سویلین آبادی کا بلا امتیاز قتل اور بین الاقوامی انسانی قانون کی خلاف ورزی کو یقیناً سیاسی مقصد قرار نہیں دیا جا سکتے۔ بلا امتیاز قتل سیاسی ہے یا ایک جرم ہے؟ (عام طور پر اس کی وضاحت اپنی مرضی سے ہوتی ہے) اس کی وضاحت کیلئے 1933ء، 1939ء اور 1954ء کے کنونشن موجود ہیں جو غیر جانبدارانہ مروجہ کی گارنٹی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلا امتیاز قتل کی تعریف اسی ریاست پر چھوڑ دی جائے جو سیاسی پناہ دیتی ہے۔

مگر بین امریکی کنونشن کا آرٹیکل 11 اس مروجہ کو ترک کرتا ہے اور کنونشن کی توثیق کرنے والی ریاستوں کیلئے یہ جنرل اصول لازم کرنے کی بات کرتا ہے کہ وہ سیاسی مجرموں کو حاصل استثناء کو ختم کریں مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس طرح ایک تو وہ ریاست جو سیاسی پناہ دیتی ہے اس اخلاقی کریڈٹ سے محروم ہوتی ہے جو

29۔ بین الاقوامی فوجداری عدالت کے قانون کے آرٹیکل 22 کے پیراگراف نمبر 2 کے مطابق کسی بھی جرم کی تعریف مکمل تشریح کیساتھ ہونی چاہیے اگر کوئی قیاس پڑتی ہو۔

سیاسی پناہ دینے کی صورت اُسے حاصل ہوتا ہے اور دوسری طرف سیاسی کارکنوں کی کسی بھی طرح کے حالات میں اور کسی بھی نوعیت کی سیاسی سرگرمیوں کو دہشت گرد سرگرمیوں سے تعبیر کیا جائے گا۔ آرٹیکل 12 کہتا ہے کہ پناہ گزین فرد کا پناہ گزین اسٹیٹس صرف اس بنیاد پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے جس جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ کنونشن کے آرٹیکل نمبر 2 میں بیان کردہ عالمی قوانین کے تحت آتے ہیں۔ اسی طرح آرٹیکل 13 بھی پناہ کے بارے میں ایسی ہی سہولت کے خاتمے کی بات کرتا ہے۔

لہٰذا اس کنونشن پر دستخط کرنے والی ریاستوں نے ملک بدری، سیاسی پناہ اور عام پناہ جیسی لاطینی امریکہ کی پرانی روایات کو ترک کر دیا ہے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دینے کیلئے ان ریاستوں کو اپنی حاکمیت اعلیٰ سے دستبردار ہونا پڑا ہے۔ صرف چلی، کوسٹاریکا اور میکسیکو نے کچھ ایسے بیانات دیئے جن کے ذریعے انہوں نے حقِ پناہ اور ملک بدری سے انکار کے حق سے دستبردار ہونے سے انکار کیا۔

C-نافذ العمل عالمی کنونشن

عالمی سطح پر دہشت گردی کی کسی جامع تعریف پر عدم اتفاق رائے نے کچھ عالمی کنونشنز کی توثیق کی طرف راہنمائی کی ہے جو کسی حد تک کچھ دہشت گرد سرگرمیوں کی تعریف کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے مندرجہ ذیل عالمی کنونشنز کو اختیار کیا ہے۔

☆14 دسمبر 1979ء کا کنونشن (جو ملکی شخصیات کے خلاف جرائم کی روک تھام اور سزا کی بابت ہے جنہیں عالمی تحفظ حاصل ہوتا ہے اور جن میں سفارتی عملہ بھی شامل ہوتا ہے)

☆15 دسمبر 1997ء کا کنونشن (جو بم کے ذریعے دہشت پھیلانے کی کوشش کی روک تھام کے بارے میں ہے)

☆9 دسمبر 1999ء کا کنونشن (جو دہشت گردی کی سرگرمیوں کو مالی معاونت کی روک تھام کے بارے میں ہے)

☆13 اپریل 2005ء کا کنونشن (جو نیوکلیئر دہشت گردی کے خاتمے کیلئے ہے)

جنرل اسمبلی کے سکوپ سے باہر بھی کئی دیگر عالمی کنونشنز ہیں جو دہشت گردی کی بعض مخصوص شکلوں سے لڑنے کی بات کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر 16 دسمبر 1970ء کا ہیگ کنونشن جو ناجائز طریقے سے جہاز پر قبضے کی روک تھام کے بارے میں ہے 23 ستمبر 1971ء کا مونٹریال کنونشن جو سول ایوی ایشن سیکیورٹی کے خلاف غیر قانونی اعمال کی روک تھام کرتا ہے۔

☆3 مارچ 1980ء کا ویانا کنونشن برائے جسمانی تحفظ نیوکلیئر میٹریل۔

☆24 فروری 1988ء کا مونٹریال کنونشن (جو ایئرپورٹس پر غیر قانونی پُر تشدد سرگرمیوں کی روک تھام کے بارے میں ہے)

☆ 10 مارچ 1988ء کا روم کنونشن (جو بحری سیکیورٹی کے خلاف غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کی بات کرتا ہے)

☆ 10 مارچ 1988ء کا روم پروٹوکول (جو پلیٹ فارم سیکیورٹی کے خلاف غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے متعلق ہے)

D- عالمی مالیاتی سرمائے اور دہشت گردی کی مالی معاونت میں روابط

کالے دھن کو سفید کرنا (منی لانڈرنگ) کا عمل جو در اصل دہشت گردوں کی اصل شہ رگ ہے دہشت گردی کے خلاف لیے گئے اب تک کے اقدامات سے تقریباً متاثر نہیں ہوا باوجود اس کے کہ 9 دسمبر 1999ء کو جنرل اسمبلی دہشت گردی کی مالی معاونت کی روک تھام کا کنونشن اختیار کر چکی ہے سلامتی کونسل بھی کئی قراردادیں پاس کر چکی ہے اور مالیاتی ایکشن ٹاسک فورس (FATF) بھی تیار کی جا چکی ہے۔ دہشت گردی کو مالی معاونت کا عمل نہیں روکا جا سکا۔[30]

فرانسیسی اخبار La Tribune نے 11 ستمبر 2002ء کو مرکزی عنوان کے Tax Heavens میں بڑی رقوم اور دہشت گردوں کی رقوم کو کوئی چھو بھی نہیں سکا۔ 9/11 کے حملوں کے بعد بارہا ایسے ارادوں کا اظہار کیا گیا کہ منی لانڈرنگ کے خلاف سخت ایکشن لے جائیں گے مگر حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوا اخبار نے بڑی طاقتوں کے حتمی رویوں پر کڑی تنقید کی ہے۔ اب تک صرف 10 ملین ڈالر کی رقم منجمد کی گئی ہے جو دہشت گردوں کو سپلائی کی جانے والی تھی۔ جو کہ نہایت معمولی کامیابی ہے کیونکہ ابھی مختلف Offshore سنٹرز میں 1000 ملین ڈالر سے لیکر 5000 ملین ڈالر تک غیر قانونی سرمایہ محفوظ پڑا ہے اخبار کے مطابق اس رقم کا زیادہ حصہ (4000 ملین ڈالر) کرپشن فراڈ کی رقم پر مشتمل ہے جو مختلف با اثر افراد اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ملکیت ہے۔

مشکل اصل میں یہ ہے کہ عالمی مالیاتی سرمایہ اپنے جائز اور ناجائز مفادات کی وجہ سے اس قدر

30۔ مالیاتی ایکشن ٹاسک فورس ایک باقاعدہ خود مختار تنظیم ہے جو جولائی 1989ء میں پیرس میں ہونے والی G-7 کانفرنس کے موقع پر وجود میں آئی۔ اس کا مقصد ایسے اقدامات کرنا تھا جس کے ذریعے منی لانڈرنگ کے عمل کو روکا جا سکے۔ 1990ء میں اس مسئلے پر قابو پانے کیلئے ٹاسک 40 سفارشات پیش کیں۔ نومبر 2001ء میں 8 سفارشات کی منظوری دیتے ہوئے رکن ممالک نے اپنے اپنے ممالک میں بینکوں پر کنٹرول سخت کر دیا۔ گو اس کا مینڈیٹ 2004ء میں ختم ہو گیا تھا لیکن اسے 2012ء تک چلنے کی منظوری دے دی گئی ہے۔ اس تنظیم کا سیکرٹری OECD کے ہیڈ کوارٹرز میں کام کرتا ہے اور یہ ہے عرصہ سے رکن ممالک سے کہتا ہے کہ اگر سفارشات پر عمل نہ ہوا تو عالمی مالیاتی نظام سے علیحدگی اور تنہائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

آپس میں گھل مل گیا ہے کہ یہ تفریق کرنا تقریباً ناممکن ہے کہ کونسا سرمایہ دہشت گردی کی مالی معاونت کی طرف جا رہا ہے۔[31]

تمثیل نمبر 5

مغرب کے امیر طبقے کے مابین خطرناک رشتے

11 ستمبر 2001ء کی صبح جب طیارے ورلڈ ٹریڈ سنٹرز کے جڑواں ٹاورز کو ٹکرا رہے تھے تو اس وقت واشنگٹن میں بورڈ آف کارلائل گروپ کی میٹنگ جاری تھی۔ جس میں اسامہ بن لادن کے سوتیلے بھائی یسلام بن لادن بھی موجود تھے۔ یاد رہے کارلائل گروپ واشنگٹن میں قائم ایک اہم مالی سرمایہ کاری کرنے والا گروپ ہے۔ اس کے ممبران میں امریکہ کے سابق صدر بش کے والد بش سینئر (جو خود بھی امریکہ کے صدر رہ چکے ہیں) امریکہ کے سابق وزیر خارجہ جیمز بیکر، برطانیہ کے سابق وزیر اعظم جان میجر اور بن لادن خاندان کے افراد شامل ہیں۔ 11 ستمبر 2001ء کو ہونے والے کارلائل گروپ کے اجلاس کی صدارت امریکہ کے سابق وزیر دفاع اور سی آئی اے کے سابق اسسٹنٹ ڈائریکٹر فرانک کارلوسی کر رہے تھے۔

اگلے دن 12 ستمبر کو بن لادن خاندان کے تمام افراد واشنگٹن سے سعودی عرب روانہ ہو گئے۔ اس دن امریکہ میں تمام ہوائی اڈے بند تھے اور صرف ایک جہاز کو اڑنے کی اجازت دی گئی۔ جس میں بن لادن فیملی سفر کر رہی تھی۔ Jean Zeigler اپنی کتاب (Les Mouveaux Maitres Du Monde) میں لکھتے ہیں کہ اپریل 2002ء میں جینوا میں کارلائل گروپ کا اجتماع تھا جس میں شہر کے بڑے بڑے بینکرز مدعو تھے۔ بش سینئر بھی وہاں موجود تھا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ کوئی بھی توقع نہیں کرتا تھا کہ یسلام بن لادن بھی اس بار پر مدعو ہوگا۔ وہ ہوٹل کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا مگر سیکیورٹی گارڈز نے اس سعودی عرب پتی کو اندر داخل ہونے سے روک دیا اور اس طرح یسلام بن لادن کا بش سے سامنا نہ ہو سکا۔

31۔ V. Jhon Cooley,"Linsaisissable argent" "Al-Qaida" in Le Monde Diplomatique, November 2002

اقوامِ متحدہ کی سطح پر دہشت گردی سے نپٹنے کیلئے اقدامات

A-جنرل اسمبلی

دہشت گردی کی عالمی تعریف کیلئے کی گئی اب تک کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئی ہیں جس کی مختلف وجوہات میں اختلافی اپروچ اور بالخصوص سیاسی اپروچ شامل ہے۔ جنرل اسمبلی کے چھٹے کمیشن کا ورکنگ گروپ اور جنرل اسمبلی کی خصوصی کمیٹی بھی دہشت گردی پر ایک جنرل کنونشن کی وضاحت کرنے میں ناکام رہے ہیں جس کی وجہ سے دہشت گردی کی کوئی قابل قبول اور متفقہ قانونی تعریف ممکن نہیں ہو سکی۔[32]

جیسا کہ شروع میں دہشت گردی کی مختلف تعریفوں کا ذکر کرتے ہوئے ہم دسمبر 1987ء کے جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 42/159 پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس قرارداد کا پیراگراف نمبر 14 دہشت گردی اور قومی آزادی کی جدوجہد، نسل پرستانہ حکومتوں سے آزادی کی تحریکوں، غیر ملکی قبضے کے خلاف جدوجہد، نوآبادیاتی غلبے کے خلاف مزاحمتی تحریکوں میں فرق کو واضح کرتا ہے۔ یہی پیراگراف جنرل اسمبلی کی 1984ء کی قرارداد نمبر 39/159 کا بھی ذکر کرتا ہے جو ریاستی دہشت گردی کی ایسی پالیسی کو تسلیم نہیں کرتا جس کے تحت فوجی مداخلت یا قبضے کے ذریعے کسی دوسری ریاست کے سماجی یا سیاسی نظام کو کمزور کرنا، ختم کرنا یا وہاں کی حکومت کو جبراً تبدیل کرنا شامل ہو۔

اس کے علاوہ 18 دسمبر 1972ء کی قرارداد نمبر 3034 (xxvii) کے پیراگراف نمبر 3 اور 4 آزادی کیلئے جدوجہد کے عوامی حق کو تسلیم کرتے ہوئے نوآبادیاتی، نسل پرستانہ اور غیر ملکی قابض حکومتوں کے دہشت گردی پر مبنی اقدامات کی مذمت کرتے ہیں۔ 2005ء کی جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 6060/158 ریاستوں پر زور دیتی ہے کہ وہ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کیلئے ایسے اقدامات کو یقینی بنائیں جو عالمی قانون کے تحت ان کی ریاستی ذمہ داریوں سے ہم آہنگ ہوں اور بالخصوص عالمی اصولوں جیسے کہ انسانی حقوق، پناہ گزینوں کے حقوق اور انسانی قانون سے مطابقت رکھتے ہوں۔ اسی طرح سول اور سیاسی حقوق کے عالمی کوونٹ کا آرٹیکل نمبر 4 رکن ریاستوں پر زور

32۔ جنرل اسمبلی کی قرارداد نمبر 51/210 کے تحت 1996ء میں ایک خصوصی کمیٹی بنائی گئی جس کو یہ کام سونپا گیا کہ وہ دہشت گردی کی روک تھام کیلئے ایک عالمی کنونشن کو ترتیب دے۔ اس کمیٹی کا مینڈیٹ پچھلے کئی سالوں سے جنرل اسمبلی کی قراردادوں کے ذریعے تازہ کیا جا رہا ہے کہ وہ دہشت گردی پر کوئی عالمی کنونشن تیار کر سکے مگر ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا۔

دیتا ہے کہ وہ ”بعض حقوق کو کسی بھی صورت میں ختم نہ کرنے“ کے اصول کا احترام کریں۔ جنرل اسمبلی اسی طرح کے نظریات کا ذکر مارچ 2007 کی قرارداد نمبر 61/71 میں بھی کر چکی ہے۔ مزید برآں ستمبر 2006 میں جنرل اسمبلی کے اجلاس کے 61ویں پریڈ میں پیش کی گئی رپورٹ (A/61/353) پر بات کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا۔

B- سلامتی کونسل

11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے فوراً بعد سلامتی کونسل نے قرارداد نمبر 1368 اور پھر 28 ستمبر کو قرارداد نمبر 1373 اقوام متحدہ کے چارٹر کے باب 7 کے فریم ورک میں اختیار کیں۔ جو کہ تمام ریاستوں پر لاگو ہوتی ہیں۔ ان قراردادوں کے مطابق سلامتی کونسل نے اس حکمت عملی کو جائز ظاہر کیا جس کے تحت امریکہ دہشت گردی کے خلاف لڑائی شروع کر چکا تھا۔ سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 1268 اور 1373 دہشت گردی کا ذکر تو کرتے ہیں مگر اس کی تعریف نہیں کرتے اور یہ خطرناک خلاء ہے جو مختلف قوتوں کی طرف سے اپنی مرضی کی تعریف کرنے کا دروازہ کھولتی ہے۔

دونوں قراردادیں اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق جائز اور قانونی فرد کو اپنے جائز دفاع کا حق بھی دیتی ہیں۔ انہی قراردادوں کی وجہ سے افغانستان کے خلاف امریکی حملے کو بین الاقوامی جواز مل گیا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط نہیں کہ سلامتی کونسل نے ”جائز دفاع“ کے اصول کا غلط استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے امریکہ نے فوری طور پر افغانستان پر حملہ کر دیا۔[33]

حالانکہ بین الاقوامی قانون کے مطابق کسی ریاست کی طرف سے اپنے علاقے سے باہر کسی ایسی جگہ پر حملہ کرنا جہاں سیدھے طور پر جارحیت کے مرتکب کا قلع قمع ہو۔ دراصل مسلح جوابی حملہ تصور ہوتا ہے جس کی بین الاقوامی قانون کے مطابق اجازت نہیں۔ اقوام متحدہ کی قرارداد نمبر 1373 رکن ریاستوں سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ دہشت گردی کی مالی معاونت کی روک تھام کریں اور دہشت گردی کے خلاف سلامتی کونسل کے ارکان پر مشتمل کمیٹی بنائیں جو ریاستوں کی طرف سے لیے گئے فیصلوں پر عملدرآمد کی مانیٹرنگ کرے۔

33۔ یونیورسٹی آف برسلز میں بین الاقوامی قانون کے استاد Olivier Corten اور سنٹر برائے بین الاقوامی قانون اور سوشیالوجی میں اسسٹنٹ پروفیسر Francois Debuisson کا مقالہ ”Operation liberete International publique; Une extension abusive due concept de ligitime defeuse in 'Revue Generale de Droit international publique, "T.106 N I, April 2002

سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 1373 ریاستوں کو یہ حکم[34] بھی دیتی کہ وہ پناہ دینے سے پہلے تسلی کریں کہ پناہ کی درخواست کرنے والا شخص کہیں دہشت گردی کی سرگرمیوں میں تو ملوث نہیں اور یہ کہ ریاستوں کو ایسے افراد کی ملک بدری کی سیاسی بنیادوں پر مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ یہ جاننے کے بعد کہ پناہ گزینوں کے عالمی حق تحفظ کا عموماً احترام نہیں کیا جاتا اور بہت سارے ممالک کے ہاں سیاسی پناہ کی درخواستوں کو مسترد کرنے کی روایت چل پڑی ہے۔ یہ قرارداد پناہ گزینوں کے حقوق کو روندنے کا دروازہ کھولتی ہے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جنرل اسمبلی کا اکتوبر 1970ء کا ڈیکلریشن (قرارداد نمبر XXV2625) جس پر بعد میں سلامتی کونسل نے بھی اپنی قرارداد نمبر 1189 (13 اگست 1948ء) کے ذریعے پرزور تائید کی، کہتا ہے کہ ہر ریاست کا فرض ہے کہ وہ کسی دوسری ریاست کے اندر دہشت گردی میں ملوث ہونے اس کی معاونت کرنے یا منظم کرنے سے باز رہے اور اپنے علاقے کے اندر ایسی سرگرمیوں کو روکے جو دہشت گردی کے واقعات پر منتج ہوں۔ یہ پیراگراف جو بین الاقوامی ریاستی دہشت گردی کو تسلیم کرتا ہے اور جنرل اسمبلی[35] کئی بار اس حوالے سے "نام نہاد بدمعاش ریاستوں" کا ذکر بھی کر چکی ہے لیکن یہ پیراگراف امریکہ اور اس کے حریف ممالک پر کبھی لاگو نہیں ہوا۔

اس کے برعکس 12 جولائی 2002ء کو سلامتی کونسل نے امریکہ کے سامنے اپنی غیر مشروط تابعداری کا ایک اور ثبوت اس وقت دیا جب اس نے عالمی ریاستی دہشت گردی کو جائز اور قانونی بنانے کی کوشش کی۔ دراصل اس دن امریکہ نے دھمکی دی تھی کہ وہ اقوام متحدہ کے امن مشن میں نہ تو شامل ہوگا اور نہ ہی اس کے اخراجات کیلئے مالی مدد فراہم کرے گا۔ اس دھمکی کے نتیجے میں سلامتی کونسل نے قرارداد نمبر 1422 کو اتفاق رائے سے پاس کر دیا۔ اس قرارداد کے ذریعے اس وقت نئی نئی تشکیل شدہ جاری عالمی فوجداری عدالت (جس نے ابھی اپنا کام بھی شروع نہیں کیا تھا) کو منع کر دیا کہ وہ ایسے بیرونی مشن میں شامل کسی بھی شخص کے خلاف الزامات کی تحقیقات ایک سال تک نہ کرے جس مشن کو اقوام متحدہ نے بااختیار کیا ہو۔ جیسے کہ امریکہ کے دوسرے ممالک میں بھیجے گئے فوجی مشن۔ اس طرح سلامتی کونسل اور معاہدہ روم کی ممبر ریاستوں نے ایک آمرانہ آرٹیکل 16 (جو سلامتی کونسل کے سامنے عدالتی آزادیوں کو محدود کرتا ہے) تیار کر کے دراصل ICC کے قانون کی خلاف ورزی کی اور اس کے ساتھ ساتھ معاہدات کے قانون کے متعلق ویانا کنونشن کے آرٹیکل 18 کی بھی توہین کی جو رکن ریاستوں کو معاہدے

34۔ یاد رہے کہ اقوام متحدہ کے چارٹر کے باب نمبر 7 کے فریم ورک میں اختیار کردہ کوئی بھی قرارداد تمام ریاستوں پر لازم ہوتی ہیں (انسانی حقوق کمیشن کے ورکنگ گروپ برائے "آمرانہ حراست" کی رپورٹ 2003/8 کے پیراگراف 56 کے مطابق ایسی قراردادوں کو بین الاقوامی معاہدوں پر فوقیت حاصل ہے) لہٰذا یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں اگر سلامتی کونسل اپنے آپ کو اتنا با اختیار سمجھتی ہے کہ وہ ممبر ریاستوں کو اپنی قانونی ذمہ داریوں کو چھوڑنے کا حکم دیتی ہے۔

35۔ یہ پیراگراف جنرل اسمبلی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کی روح کے خلاف بد نیتی پر مبنی اقدامات لینے سے منع کرتا ہے[36]

جون 2003ء میں سلامتی کونسل نے ایک بار پھر ویٹا کوشش کی خلاف ورزی کی کوشش کی اور اس کام کیلئے قرارداد نمبر 1487 لائی گئی۔ لیکن جرمنی، شام اور فرانس نے اس قرارداد سے اجتناب کیا۔ ICC کے قانون کی مکمل خلاف ورزی سے پیدا ہونے والی ناموافق صورتحال کو نظر انداز کرتے ہوئے امریکہ نے ایک بار پھر 2004ء میں یہ قرارداد پھر سے پیش کرنے کی کوشش کی مگر اسے مطلوبہ حمایت حاصل نہ ہو سکی۔

مگر سلامتی کونسل نے 11 مارچ 2004ء کو قرارداد نمبر 1530 لا کر ایک بار پھر اپنے جانبدار اور معروضیت سے محروم ہونے کا واضح ثبوت دیا۔ اس دن اسپین کے شہر میڈرڈ میں ٹرینوں میں یکے بعد دیگرے 10 بم پھٹے جس کے نتیجے میں 191 لوگ مارے گئے اور 2000 سے زائد زخمی ہوئے۔ حکومت اسپین کے افسران نے فوری طور پر مبینہ دہشت گرد تنظیم ETA پر ذمہ داری عائد کر دی۔ حالانکہ حکومت کے پاس اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہیں تھا صاف نظر آرہا تھا کہ یہ الزام لگانے کا مقصد 3 دن بعد ہونے والے عام انتخابات کے نتائج پر اثر انداز ہونے کی کوشش تھا۔ ٹھیک 10 گھنٹے بعد اسی دن 11 مارچ کو اسپین کے نمائندے کے کہنے پر سلامتی کونسل نے اتفاق رائے سے قرارداد نمبر 1530 پاس کرتے ہوئے ان بم دھماکوں کا الزام ETA پر عائد کر دیا چونکہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا اور یہ محض ایک خیال تھا لہذا 48 گھنٹے کے بعد یہ نظریہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔

ستمبر 2005ء کو سلامتی کونسل نے سربراہان مملکت کے اجلاس کے موقع پر تاریخ میں تیسری مرتبہ ایک قرارداد (نمبر 1624) پاس کی جو دہشت گردی کی سرگرمیوں کی روک تھام کے متعلق ہے۔

"تمام ممبر ریاستیں انتہا پسندی اور عدم برداشت جیسے جذبوں سے تحریک حاصل کرنے والی دہشت گردی کی سرگرمیوں کو بھڑکانے سے متعلق سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے تمام ارکان پر زور دیتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی قانون کی طرف سے عائد کردہ اپنی ذمہ داری کے مطابق ضروری اور مناسب اقدامات اٹھاتے ہوئے (a) دہشت گردی کو بھڑکانے کے خلاف قانون سازی کریں۔ (b) ایسی سرگرمیوں کی روک تھام کریں۔ (c) ایسے افراد کو محفوظ ٹھکانے فراہم نہ کریں جن کے بارے میں دہشت

36۔ 16 جون 2002ء کو ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بیان دیا کہ سلامتی کونسل کے ممبران کی طرف سے پاس کی جانے والی قرارداد بین الاقوامی قانون کے خلاف ورزی ہے۔ یہ قرارداد پاس کر کے سلامتی کونسل نے بین الاقوامی معاہدے کو عمر دینے کی کوشش کی ہے۔ دراصل سلامتی کونسل نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے ایک ایسے عالمی معاہدے کی شقوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے جو معاہدہ اقوام متحدہ کے چارٹر سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔ دوسری طرف چارٹر کے باب نمبر 7 کو بھی توڑ کر دراصل سلامتی کونسل نے اس امریکی دھمکی کو خصوصی انداز میں تحلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو بذات خود ایک جارحیت کا عمل ہے۔

> گردی کی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے قوی اور ٹھوس شواہد ہوں۔ ہم تمام ریاستوں پر زور دیتے ہیں کہ عدم برداشت اور انتہا پسندی سے جنم لینے والی دہشت گردی کو بھڑکانے کی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے دہشت گردوں اور ان کے سپورٹرز کی طرف سے تعلیمی، ثقافتی اور مذہبی اداروں کے ماحول کو سبوتاژ کرنے کا مقابلہ کرنے کیلئے اقدامات اٹھائیں۔"

اگرچہ یہ قرارداد انسانی حقوق اور آزادیٔ اظہار کی بات کرتی نظر آتی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ آزادیٔ اظہار کی مشق پر آمرانہ پابندی کی بھی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ مثال کے طور پر دہشت گردی کو بھڑکانے والی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کی دعوت دینا کس حد تک انصاف کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ بالخصوص اس وقت جب ہمارے پاس دہشت گردی کی کوئی جامع، وسیع تر اور قابل قبول تعریف ہی موجود نہ ہو۔

22 دسمبر 2006ء کو سلامتی کونسل نے قرارداد نمبر 1735 پاس کی جو 1994ء میں انہی ایشوز پر اختیار کی گئی قراردادوں کے ذکر سے شروع ہوتی ہے۔ یہ قرارداد بھی اقوام متحدہ کے چارٹر کے باب نمبر 7 کا سہارا لیتی ہے جو دراصل سلامتی کونسل کے فیصلوں کی تمام ریاستوں پر پابندی کی بات کرتا ہے۔ یہ قرارداد ریاستوں کی ملکی پالیسیوں کے اندر سلامتی کونسل کی مداخلت کو قائم کرنے کی بات کرتا ہے جو حاکمیت اعلیٰ کے بارے میں ہوں۔ مثال کے طور پر اس قرارداد کا آرٹیکل نمبر 1 کہتا ہے کہ "پہلے سے عائد شدہ 1999ء کی قرارداد نمبر 1267ء کے پیراگراف (b) سال 2000ء کی قرارداد نمبر 1333 کے پیراگراف (C) اور سال 2002ء کی قرارداد نمبر 1390 کے پیراگراف نمبر 2,1 کے مطابق ریاستیں ایسے اقدامات اٹھانے کی پابند ہیں جن کا تعلق القاعدہ، اسامہ بن لادن، طالبان اور ان سے جڑے ہوئے دہشت گرد افراد، گروہ اور تنظیموں کی دہشت گردی کی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں جن افراد، گروہوں اور تنظیموں کی طرف اشارہ ہے ان کی ایک جامع لسٹ قرارداد نمبر 1267 کے تحت تیار کی گئی ہے لیکن ان افراد یا تنظیموں کو کسی عدالتی فیصلہ یا کارروائی کے نتیجے میں دہشت گرد قرار نہیں دیا گیا۔[37]

اس طرح کے قانونی مغالطوں کو "Where as" جیسی "Clauses" میں ملفوف کر کے چھپایا

37۔ مارچ 2007ء میں اقوام متحدہ کے رپورٹر ڈک مارٹی نے کونسل آف یورپ کی پارلیمانی اسمبلی کے دیے گئے مینڈیٹ پر عمل کرتے ہوئے کمیٹی برائے قانونی معاملات اور انسانی حقوق (جو سلامتی کونسل کا اتحادی میکنزم ہے) کے سامنے "کچھ لسٹیں" پیش کیں جنہیں "بلیک لسٹیں" کہا جاتا ہے (AS/tou (2007))۔ رپورٹر نے اس پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ان لسٹوں کی نوعیت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں ایسا میکنزم موجود ہے جس سے اقوام متحدہ مشہور ہے۔ انصاف کے معیار کا اب تعین کر سکتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بڑی عجیب اور حیرت کی بات ہے کہ کوئی ایسی عالمی تنظیم جس کا مقصد امن، انصاف، برداشت اور غیر جانبدار عدالتوں میں سنے جانے جیسے حقوق کیلئے کام کرتا ہو۔

نہیں جاسکتا۔ مثال کے طور پر 22 دسمبر 2006 کو پاس کی گئی سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 1735 کا آرٹیکل 1 کا پیراگراف (b) رکن ریاستوں سے اس طرح مخاطب ہے۔

"گروہ اپنے علاقے کے اندر ایسے افراد کے داخلے یا ان کے گزرنے کے عمل کو روکیں تاوقتیکہ ایسا داخلہ یا ٹرانزٹ کسی عدالتی عمل کی غرض سے یا کسی ایسی کمیٹی (جو قرارداد نمبر 1267 کے تحت کسی معاملہ کا فیصلہ کرنے کیلئے بنائی گئی ہو) کی کارروائی کیلئے ضروری ہو۔ ایسی صورتحال میں ہر کیس کی نوعیت کے مطابق داخلہ یا گزر جانے کی سہولت دینے کا فیصلہ کیا جائے گا۔"

لہٰذا پیراگراف فیصلہ کرنے کا حتمی اختیار متعلقہ ریاست کی بجائے کمیٹی[38] کو تفویض کرتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی ریاست کا یہ حق کہ وہ کس کو اپنے ملک میں داخل ہونے یا گزرنے کی اجازت دے یا نہ دے در اصل چھین کر کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔

بقیہ 37= وہ خفیہ گرفتاریاں، قیدیوں کی غیر قانونی ترسیل اور مختلف افراد اور تنظیموں کی "بلیک لسٹیں" تیار کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ لسٹوں میں شامل کچھ تنظیموں اور افراد کو بے شمار پابندیوں کا سامنا ہے۔ ان کی حرکات و سکنات کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اور یہ پابندیاں لگانے سے پہلے ان افراد اور تنظیموں کو سنا بھی نہیں گیا۔ یہ ساری پابندیاں بلکہ کسی عدالت نے لگائی ہیں اور نہ ہی ان افراد کے پاس کسی عدالت کے پاس جا کر اپیل کرنے کا حق ہے۔ بعد ازاں کہا ہے "بلیک لسٹیں" نہ صرف بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے بلکہ یہ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کیلئے باعث نقصان بھی ہے۔ ڈک مارٹی نے اپنی رپورٹ کے آخر میں یونیورسٹی آف برسلز برگ میں پبلک قانون کے پروفیسر (Symeon Karagiannis) کی ایک کتاب کو Annexure کے طور پر لگایا ہے۔ جون 2007ء میں پارلیمانی اسمبلی نے ڈک مارٹی کی "خفیہ جیلوں پر رپورٹ" کی منظوری دی۔ برسلز میں انٹر پریس سروس کے 27 ستمبر 07ء کے جاری کردہ بیان کے مطابق "یورپین یونین میں شامل حکومتیں اعلان کرتی ہیں کہ وہ اس کا تعین کر رہی ہیں کہ اپنی فضائی حدود سے گزرنے والے ان امریکی ہوائی جہازوں کو روکیں جن کے ذریعے مشتبہ دہشت گردوں کو ایسے ممالک میں ڈیپورٹ کیا جا رہا ہے جہاں تحقیقات کے دوران تشدد کا استعمال جائز ہے۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ یورپین یونین امریکہ کے سامنے بے بس ہے اور مفاہمانہ پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ یہ حکومتیں حقائق کو ماننے سے صاف انکار کرتی ہیں یا شواہد کو دبا رہی ہیں اور مجرمانہ خاموشی اختیار کر لیتی ہیں۔)

38۔ دہشت گردی کے خلاف بننے والی یہ کمیٹی سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 1267 کے تحت معرض وجود میں لائی گئی۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہے کہ اس قرارداد کے تحت کیے گئے فیصلوں پر عمل درآمد کی مانیٹرنگ کرے۔ اس کے علاوہ 28 ستمبر 2001ء کو منظور کردہ قرارداد نمبر 1373 میں بھی دہشت گردی کے خلاف ایسی ہی کمیٹی کی تشکیل کا ذکر ملتا ہے۔

C- ہائی کمیشن برائے انسانی حقوق

دسمبر 2005ء میں انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر انسانی حقوق کے ہائی کمشنر نے دو چیزوں کے بارے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ تشدد اور ظلم کی عالمی بندش کے اصول اور غیر انسانی سلوک پر بندش کے عالمی اصول کو جبراً توڑنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ قیدیوں کو خفیہ جیلوں میں رکھا جا رہا ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ "سفارتی گارنٹی" کیلئے اپیل کو غلط طور پر پریکٹس کیا جا رہا ہے اور اس کا مقصد پکڑے جانے والے مشکوک افراد کو ان کے متعلقہ ممالک میں واپس بھیجنے (جہاں ان افراد کو تشدد کا سامنا کرنے کا خدشہ موجود ہے) کیلئے جواز حاصل کرنا ہے۔[39]

ہائی کمشنر نے تمام ریاستوں پر زور دیا کہ وہ تشدد سے مکمل پرہیز کے اصول کی بطریق احسن پاسداری کرتے ہوئے اسے اپنے مقامی اور قومی قانون کا حصہ بنائیں اور ایسے اشخاص کو ان ممالک کے حوالے کرنے سے گریز کریں جہاں انہیں تشدد کا نشانہ بنائے جانے کا شدید امکان ہو۔ تمام ریاستیں قیدیوں تک رسائی دیں اور خفیہ گرفتاریاں ختم کریں۔ غیر انسانی سلوک روا رکھنے والے اور تشدد کے مرتکب ذمہ داران کو عدالت کے کٹہرے میں لائیں۔ ایسے بیانات کا قانونی اور عدالتی استعمال بند کیا جائے جو تشدد کے زیر اثر حاصل کیے گئے ہوں۔

ہائی کمشنر نے دہشت گردی کی سرگرمیوں کی نگرانی کے حوالے سے قومی عدالتوں کے کام سے متعلق سوالات اٹھاتے ہوئے فوجی اور خصوصی عدالتوں کے ذریعے کیے جانے والے ٹرائل کو انصاف کے اصول کے خلاف قرار دیا۔ اس نے مختلف ممالک میں قانون سازی کے دوران معمولی جرائم کو دہشت گردی کیساتھ جوڑنے کی روایت، جائز اور قانونی سرگرمیوں کو جرم قرار دینے کی پریکٹس، غیر امتیازی سلوک جیسے عالمی اصول کی خلاف ورزی کہ کمزور طبقات اور انسانی حقوق کا دفاع کرنے والے غیر ملکی تارکین کو حاصل تحفظ جیسے بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزیوں کو بند کرنے کا مطالبہ کیا۔

اس نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ خفیہ جیلوں میں رکھے گئے قیدیوں اور اور زیر حراست مشکوک افراد کی ایک سے دوسرے ملک بلا قاعدہ منتقلی کے غیر قانونی سلسلے کو بند کیا جائے۔ حکومتوں کو حاصل یا اختیار کردہ کسی بھی شخص

39۔ دراصل ہوتا یہ ہے وہ ریاست جو قیدی یا مشکوک افراد کو وصول کرتی ہے اس ریاست کو (جس نے ان افراد کو پہلی ریاست کے حوالے کیا ہوتا ہے) یقین دہانی کراتی ہے کہ وہ وصول شدہ افراد کو تشدد اور جبر کا نشانہ نہیں بنائے گی لیکن حوالے کرنے والی ریاست یہ جانتے ہوئے بھی کہ وصول کرنے والی ریاست میں جبر اور تشدد کی روایت عام ہے اس کی بات کا یقین کر لیتی ہے۔

کو عدالتی ٹرائل کے بغیر زیر حراست رکھ سکتیں ہیں اور ان سے معلومات حاصل کرنے کے لیے تحقیقات کے ایسے طریقے استعمال کر سکتیں ہیں جو بین الاقوامی اور قومی قانون میں قابل قبول نہیں ہیں قابل مذمت اور غیر قانونی ہیں۔ ہائی کمشنر نے ایسے معاملات کی گہری تحقیق اپنی رپورٹ (E/CN.4/2006/94) میں پیش کی ہے جسے انسانی حقوق کونسل کے سامنے غور کیلئے پیش کیا گیا۔

D-انسانی حقوق کونسل کے ذیلی ادارے اور مخصوص طریقے

انسانی حقوق کمیشن (جو اب انسانی حقوق کونسل میں تبدیل ہو گیا ہے)[40] کے لئے ہائی کمشنر کے ورکنگ گروپس اور دیگر ذیلی ادارے جن میں ذیلی کمیشن برائے تحفظ وترقی انسانی حقوق شامل ہیں۔ پچھلے کئی سالوں سے دہشت گردی اور اس کے انسانی حقوق کے احترام پر اثرات کے حوالے سے رپورٹس تیار کر رہے ہیں۔[41]

خصوصی رپورٹرز

خصوصی رپورٹرز برائے "دہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہوئے انسانی حقوق کا تحفظ وترویج"

انسانی حقوق کونسل کے خصوصی رپورٹر برائے تحفظ وترقی حقوق انسانی مسٹر ایم شینن نے کئی رپورٹس مرتب اور پیش کیں ہیں۔ وہ اپنی ایک رپورٹ (E/CN 4/2006 98) میں دہشت گردی کی تعریف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "تشویش اس بات پر ہے کہ دہشت گردی کی جامع عالمی تعریف کی غیر موجودگی میں عالمی برادری کی طرف سے دہشت گردی کے خاتمے کی کوششوں کے بار بار اعلانات دراصل انسانی حقوق پر گہرے اور منفی اثرات مرتب کر سکتے ہیں"

اگست 2006ء میں جنرل اسمبلی کے سامنے اپنی رپورٹ (A/6 61/267) پیش کرتے ہوئے مسٹر ایم شینن

40۔ نئی تشکیل شدہ انسانی حقوق کونسل کے کام کے حوالے سے مزید معلومات کیلئے دیکھئے (CETIM پمفلٹ کا صفحہ نمبر 26، 28 اور 29)

41۔ اس حوالے سے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی خصوصی نمائندہ برائے انسانی حقوق حامیوں کی رپورٹ (E/cn.4/2002/106) کا پیراگراف 95 اور 107۔ خصوصی رپورٹر برائے تجزیہ اور ماورائے عدالت، فوری اور ثالثی "مسٹر پرم کمار اسوامی کی رپورٹ (E/CN.4 sub.2/2002/5/06/23 May 2002) خصوصی نمائندہ برائے دہشت گردی اور انسانی حقوق مسز کلوپی کوفنزکی رپورٹ (E/CN.4/sub.2/2002/35 of 17 july 02) یہ تمام رپورٹس دہشت گردی کو دیکھ کر بات کرتی ہیں۔

”دہشت گردی کے خلاف جنگ اور ایسوسی ایشن / اسمبلی کے انعقاد کی آزادی کا حق“ کے بارے کہتے ہیں۔

"اصولی طور پر ریاستوں کو نہیں چاہیے کہ وہ لوگوں کے ایک جگہ اکٹھے ہونے اور ایسوسی ایشن کی آزادی کے حق کے احترام کو روکنے ہوئے ایسے ہتک آمیز اقدامات اٹھائیں جس سے بنیادی آزادیاں سلب ہوتی ہوں. نیز یہ کہ ICCPR میں بیان کیے گئے اقدامات دہشت گردی کا مؤثر طریقے سے مقابلہ کرنے کیلئے کافی ہیں." بعض صورتوں میں تو قومی سطح پر کئی گئی دہشت گردی کی بعض تعریفوں کے اندر مزدور تنظیمیں اور اقلیتیں اپنے انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے پر امن جلسے جلوس کرنے کی آزادی نہیں رکھتی ہیں. ذرا سوچیں. اب ایسے گروپس (اقلیتیں اور مزدور) جو اپنے جائز حقوق کیلئے آواز بلند کریں تو آپ انہیں دہشت گردی کے کھاتے میں ڈال دیں. یہ سراسر قانون کی حکمرانی کے خلاف ہے".

دہشت گردوں کے ”پروفائل“ کے مسئلے کو رپورٹر نے انسانی حقوق کونسل کے سامنے پیش کی جانے والی 2007 کی رپورٹ (A/HRC/4/26) میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

"حالیہ سالوں میں دہشت گردوں کی 'پروفائلنگ" کرنا دہشت گردی کے خلاف ریاستی کوششوں کا جز لاینفک بن گیا ہے. یورپین یونین نے اپنی رکن ریاستوں کو واضح احکامات دیے ہیں کہ وہ دہشت گردوں کی 'پروفائلنگ" کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ اور یوروپول (یورپین پولیس آفس) کے ساتھ بھرپور تعاون کریں. ان پروفائلز میں دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث افراد کی شخصیت کے جسمانی، نفسیاتی اور رویہ جاتی پہلوؤں کا تجزیہ کرنے کے بعد ایک ایسا پیشن گویانہ نظام تیار کرنا ہے جس سے دہشت گردی کی سرگرمیوں کو پہلے سے بھانپ لینے کی صلاحیت حاصل کی جاسکے. اس کام کیلئے یورپین یونین کی رکن ریاستوں اور یوروپول پر مشتمل ایک گروپ قائم کیا گیا ہے. دہشت گردوں کی پروفائلنگ کے اس کام کی کئی شکلیں پوری طرح واضح نہیں. مثال کے طور پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد دہشت گردی کی روک تھام کے نقطہ نظر سے تلاشی کیلئے جب بعض افراد کو روکتے ہیں تو وہ متعلقہ شخص کی جسمانی اور رویہ جاتی حرکات وصفات کو ایک طے شدہ لسٹ پر بھروسہ کرتے ہوئے پرکھتے ہیں. ایسے طریقہ کار کو حتمی اور غلطیوں سے پاک قرار نہیں دیا جاسکتا."

خصوصی رپورٹر شینن اسی رپورٹ میں آگے چل کر مزید لکھتے ہیں کہ دہشت گردوں کے پروفائلز تیار کرتے ہوئے نسلی امتیاز پرستی کا بھی خدشہ موجود رہتا ہے۔” کچھ ریاستوں جن میں الجیریا، برازیل، برطانیہ اور امریکہ شامل ہیں کے ہاں قانونی طریقہ کار کے استعمال کے دوران پولیس کے اختیارات میں اضافہ کر دیا گیا تا

کر وہ ممکنہ خودکش بمباروں کے خلاف ایکشن لے سکیں پولیس کی طرف سے ایسے ایکشنز کے دوران کئی بے گناہ لوگ مارے جا چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے خطرناک طاقت کے اس استعمال کو انسانی حقوق کے فریم ورک کے اندر رکھ کر ریگولیٹ کیا جائے"۔

مسٹر شینن مزید کہتے ہیں کہ

> "خصوصی رپورٹر برائے "ماورائے عدالت جبری اور آمرانہ سزائیں" مختلف ممالک کی حکومتوں کے ساتھ کی گئی خط و کتابت کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ان حکومتوں کی توجہ انسانی حقوق کی بڑھتی ہوئی ہتک آمیزی اور حق زندگی کے عدم احترام کی جانب مبذول کروائی۔ ان میں سے کئی حکومتوں نے طاقت کے استعمال کی اپنی علیحدہ تعریف کر رکھی ہے۔ ٹارگٹ کلنگ" یا "دیکھتے ہی گولی مار دو" جیسی Clauses کو دہشت گردی کے خلاف اپنائی گئی سرکاری اپروچ کے تحت جمہوری بنانے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے"۔

15 اگست 2009 کو جنرل اسمبلی کے سامنے اپنی رپورٹ (A/62/263) پیش کرتے ہوئے مسٹر شینن بتایا کہ کس طرح دہشت گردی کے خلاف اقدامات حق پناہ اور مہاجرین کے حقوق کو منفی انداز میں متاثر کر رہے ہیں۔ وہ سرحدی کنٹرول کے متعلق لیے گئے اقدامات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی ملک میں داخلے سے پہلے مداخلت اور دیگر چیک جیسے اہل پناہ کے متلاشی افراد کو حراست میں لینا، عدالتی نظرثانی کا حق حاصل کرنے میں خامیاں، حق تحفظ اور مہاجر کے اسٹیٹس کے حق کو نہ ماننا، مسترد کیے گئے پناہ گزین کی واپسی کا بندوبست (جس میں دہشت گردی سے متعلق اقدامات میں زیر حراست اشخاص بھی شامل ہیں) قابل مذمت بتائی جا رہی ہیں۔ سفارتی یقین دہانیوں کا متواتر استعمال اور دہشت گردی کے مقابلے میں حکمت عملی بناتے وقت بین الاقوامی اصول تحفظ کے سلسلے میں ریاستوں پر عائد کردہ عالمی ذمہ داری کا تعین نہ کرنا جیسے اقدامات سے مراد پناہ کے متلاشی افراد کو سرحدوں پر روکنا ہے۔

انسانی حقوق کونسل کے سامنے 25 ستمبر 2006ء کو زبانی بیان دیتے ہوئے (A/HRC/2/SR.13) مسٹر شینن نے کہا کہ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کیلئے جو روایات جنم لے رہی ہیں وہ انسانی حقوق کی صورت حال کیلئے خطرناک ہیں۔ بعض ریاستوں کی طرف سے ایسی روایت قائم کی جا رہی ہے کہ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے بہانے کچھ ایسی سیاسی، نسلی اور علاقائی تحریکوں کو بدنام کیا جا رہا ہے جو دراصل اپنے جائز حقوق کیلئے جدوجہد کر رہی ہیں۔ رپورٹ نے تشدد، ظلم اور غیر انسانی سلوک کو منع کرنے والے اصولوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کا عمل یہ صرف دہشت گردی کو بڑھانے کی رحجت کو جنم دے رہا ہے بلکہ یہ وہ

ریاستی عمل جسے دہشت گردی کا دہشت گردی سے مقابلہ کرنے کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے اس عمل کو مزید ہوا دے رہا ہے اس نے کہا کہ دہشت گردی کے خوف کی دھمکی کو استعمال کرتے ہوئے دراصل نا کمین وطن کی امیر ممالک میں آمد کو روکا ہے اور یہ چیز اس طرح مکمل ہوئی جاری ہے کہ نسلی لسانی اور مذہبی بنیادوں پر تیار کیے گئے پروفائلز تیار کرنے کے ساتھ ساتھ پولیس کے اختیارات میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ رپورٹر نے عالمی برادری کو وارننگ دی ہے کہ دہشت گردی کی کوئی جامع اور عالمی تعریف کیے بغیر دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز کئی ممالک میں انسانی حقوق کی پامالیوں کے دروازے کھول رہا ہے کیونکہ وہ دہشت گردی کی یا تو اپنی ہی کوئی تعریف کیے ہوئے ہیں اور یا پھر جان بوجھ کر "دہشت گردی" کے اس لفظ کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔

سیکرٹری جنرل کی خصوصی نمائندہ برائے "انسانی حقوق کا دفاع کرنے والے کارکنوں کی صورتحال"

سیکرٹری جنرل کی خصوصی نمائندہ برائے "انسانی حقوق کے محافظوں کی صورتحال" نے اپنی رپورٹ (E/CE.4.2006/95) میں بتایا ہے کہ ریاستوں کے ہاں نئی روایت شروع ہو چکی۔ جس کے تحت ایسے نئے قوانین پاس کیے جا رہے ہیں جن کا مقصد انسانی حقوق کا دفاع کرنے والے افراد کی سرگرمیوں کو محدود کرنا ہے انسانی حقوق کے کارکنوں کے خلاف حملے بڑھتے جا رہے ہیں اور ان کے تحفظ کیلئے عالمی سطح پر کوئی حکمت عملی موجود نہیں جبکہ دوسری طرف ان پر حملے کرنے والوں کیلئے ایسے راستے موجود ہیں جہاں وہ اپنی بے گناہی سے آرام سے ثابت کر دیتے ہیں۔ جنرل اسمبلی کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے خصوصی نمائندے نے اپنے خدشے کا اظہار کیا کہ جمع ہونے اور اجلاس کی آزادی پر عائد پابندیوں نے بڑی حد تک انسانی حقوق سے متعلق ہونے والے پر امن جلوسوں کو متاثر کیا ہے کیونکہ اس طرح امن و عامہ قائم کرنے کے بہانے پر امن اجلاس کو روکا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ پابندی لگانے کا مقصد دہشت گردی کے خطرے کا مقابلہ کرنا ہے خصوصی نمائندے نے مزید کہا کہ جب حکومتوں کو ایسی پابندیاں لگانے کی وجہ سے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ سیکورٹی کے قوانین کا حوالہ دیکر انسانی حقوق کا دفاع کرنے والے کارکنوں کی سرگرمیوں کو محدود کر دیتے ہیں۔ نمائندہ خصوصی نے ریاستوں پر زور دیا کہ وہ انسانی حقوق کا دفاع کرنے والے کارکنوں کی سرگرمیوں کو تحفظ دینے اور قائم رکھنے کے اصول کی اہمیت کا ادراک کریں اور پر امن اجلاس کرنے کا حق اور آزادی اظہار رائے کو یقینی بنائیں جس کے بغیر انسانی حقوق کا دفاع ممکن نہیں۔

خصوصی رپورٹ برائے روک تھام تشدد

تشدد پر اقوام متحدہ کے خصوصی رپورٹر نے اپنی رپورٹ (E/CN.4/2006/6) میں کچھ اعمال کو غور اور احتیاط سے استعمال کرنے کی اہمیت پر اصرار کیا ہے جیسے کہ تشدد کے استعمال کے امتناع کے اصول سے

بچنے کیلئے "سفارتی آداب" کا استعمال، جنرل اسمبلی کو پیش کی جانے والی اپنی رپورٹ (A/61/207) میں رپورٹر نے دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کیلئے اٹھائے گئے اقدامات کے استعمال کے دوران تشدد کے قطعی امتناع کی ضرورت پر زور دیا ہے جیسا کہ تشدد کے خلاف کنونشن کے آرٹیکل 15 کے مطابق یہ کہا گیا ہے کہ ایسی کوئی گواہی قابل قبول نہیں جو تشدد کے طریقے استعمال کر کے حاصل کی گئی ہو۔ اسی طرح رپورٹ میں کچھ ایسے عدالتی فیصلوں کا معائنہ بھی کیا گیا ہے جس میں ریاستی وکلا اور افسران کی طرف سے کارروائی کے دوران عدالت کو "خفیہ گواہی" پر بھروسہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ رپورٹر نے مزید کہا کہ کنونشن کے آرٹیکل 15 کے مطابق جب کسی فرد پر تشدد کے مناسب ثبوت مل جائیں تو یہ ثابت کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے کہ حاصل کردہ گواہی تشدد کے ذریعے حاصل نہیں کی گئی۔

خصوصی رپورٹر برائے "ماورائے عدالت، سمری اور آمرانہ سزائیں"

خصوصی رپورٹر برائے "ماورائے عدالت، سمری اور آمرانہ سزائیں" نے اپنی رپورٹ (E/CN.4/2006 53) میں دہشت گردی کی دھمکیوں سے نمٹنے کیلئے "دیکھتے ہی گولی مار دو" کی پالیسی کا جائزہ لیا ہے۔ 2005ء میں رونما ہونے والے کچھ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ "دیکھتے ہی گولی مار دو" کی پالیسی حق زندگی کے اصول کیلئے خطرناک ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ مختلف نوعیت کی دھمکیاں بالخصوص لوٹ مار مسلح ڈاکہ زنی، منشیات کی سمگلنگ اور سب سے اہم چیز خودکش حملے وغیرہ کو روکنے کیلئے روایتی قانونی اقدامات ناکافی ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کچھ غیر معمولی اقدامات کی ضرورت پڑتی ہے تاہم سکیورٹی فورسز کی طرف سے لیے جانے والے سخت اقدامات کو انسانی حقوق کے اصولوں کے فریم ورک کے اندر رہ کر گامزن کرنا ضروری ہے اور اس بات کی یقین دہانی بھی ضروری ہے کہ یہ اقدامات صرف ناگزیر حالات میں ہی استعمال میں لائے جائیں گے۔ "دیکھتے ہی گولی مار دو" جیسے اصولوں کو اختیار کرنے اور استعمال کرنے سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن بلند و بانگ باتیں دراصل یہ بتا رہی ہیں کہ قانونی اصول آمرانہ اصولوں کے تابع ہو گئے ہیں۔

خصوصی رپورٹر برائے "نسل پرستی کی معاصرانہ شکلیں"

خصوصی رپورٹر برائے "نسل پرستی کی معاصرانہ شکلیں، نسلی امتیاز، غیر ملکیوں سے نفرت اور اسی طرح کی عدم برداشت کی دوسری شکلیں" دراصل دہشت گردی سے متعلق اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنے سے متعلق اپنی ایک رپورٹ (E/CN4/2006/54) "نسلی امتیاز کو بڑھانے کیلئے سیاسی پلیٹ فارم کا استعمال" میں کہتے ہیں کہ نسل پرستی، نسلی امتیاز اور غیر ملکیوں سے نفرت جیسے رویوں کو سیاسی مقاصد کیلئے فائدہ کیا، انتہائی دائیں بازو کی جماعتوں کے اندر نسل پرست گروہوں اور پلیٹ فارم کا نقب لگا۔ اسی طرح مختلف جمہوری جماعتوں اور

تحریکوں کے سیاسی پروگرام کے اندر اپنے پلیٹ فارم کا داخل جانا اور پھر دانشورانہ جواز حاصل کرنا قابل مذمت عمل ہے۔

اسی طرح اپنی سالانہ رپورٹ (E/CN.4/2006/16) اور ایک دوسری رپورٹ "11 ستمبر 2001ء کے بعد دنیا کے مختلف خطوں میں مسلمان اور عربوں کی صورتحال" (E/CN.4/2006/17) میں وہ اسلام سے نفرت کی دانشورانہ توثیق، سیاسی اسلام کی مختلف جہتوں اور شناختوں کو دہشت گردی سے منسلک کرنا اور سیکورٹی کے بہانے مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی سخت نگرانی کرنا، یہ سب نسل پرستی کی مختلف معاصرانہ شکلیں ہیں۔ جن کو قائم رکھتے ہوئے عالمی امن کے قیام کی کوششیں پوری طرح بارآور نہیں ہو سکتیں۔

خودمختار ماہر برائے اقلیتی مسائل

خودمختار ماہر برائے اقلیتی مسائل اپنی رپورٹ (E/CN.4/2006/74) میں دہشت گردی کے مقابلے پر لیے جانے والے اقدامات کے پھیلاؤ کے نتیجے میں مختلف کیونٹی حقوق کی خلاف ورزیوں پر تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دہشت گردی کے مقابلے پر لیے جانے والے اقدامات کا نفاذ کرنے سے پہلے اقلیتوں کے حقوق کا مناسب طریقے سے جائزہ لینا ضروری ہے اور ایسے اقدامات صرف ہنگامی حالات میں لیے جائیں ورنہ ان کا بے جا استعمال اقلیتوں کے حقوق کو محدود کر دے گا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایسے اقدامات رنگ، نسل، زبان، جنس یا مذہب کی بنیاد پر نہیں ہونے چاہیے۔

خصوصی رپورٹر برائے حقوق انسانی کی صورتحال اور دساوری لوگوں کی بنیادی آزادیاں

خصوصی رپورٹر برائے "حقوق انسانی کی صورتحال اور دساوری افراد کی بنیادی آزادیاں" نے اپنی رپورٹ (E/CN.4/2006/78) پیش کرتے ہوئے کچھ ملکی ریاستوں کا ذکر کیا ہے جہاں مقامی آبادیوں اور دساوری لوگوں کی طرف سے اپنے جائز حقوق کیلئے شروع کردہ سماجی جدوجہد کو دبانے کیلئے ایسے قوانین استعمال کیے گئے جو دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں وہ ان تحریکوں کے فریم ورک کے اندر ایسے معمولی اور عام جرائم کا ذکر کرتا ہے جنہیں عام قوانین کے ذریعے روکا جا سکتا ہے اور دہشت گردی کے خلاف بنائے گئے قوانین کے استعمال کی ہرگز ضرورت نہیں۔

تمثیل 6

خودمختار ماہرین کی گوانتاناموبے پر مشترکہ رپورٹ

اقوام متحدہ کے خصوصی طریقہ کار (Special Procedures) کے مطابق مینڈیٹ کا اختیار رکھنے والے پانچ خودمختار ماہرین i کے ایک گروپ نے اپنی ایک مشترکہ رپورٹ (E/CN.4/2006/120) جو گوانتاناموبے میں رکھے گئے قیدیوں کی صورتحال کی تحقیقات پر مبنی تھی اقوام متحدہ کے سامنے پیش کی۔ یاد رہے ماہرین کے اس گروپ نے امریکہ سے درخواست کی تھی کہ انہیں گوانتاناموبے جانے کی اجازت دی جائے۔ مگر وہ دو سال تک امریکی حکومت کی طرف سے جواب کے منتظر رہے۔ لیکن آخر میں اجازت کے حصول کیلئے رکھی گئی، سخت امریکی شرائط پر اتفاق نہ ہو سکا۔ لہٰذا ماہرین کو گوانتاناموبے جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ چنانچہ رپورٹ کیلئے زیادہ تر مواد گوانتاناموبے میں رکھے گئے سابقہ قیدیوں اور ان کے وکلاء کے انٹرویوز، امریکی حکومت ii، این جی اوز اور میڈیا سے حاصل کی گئی معلومات پر مبنی ہے۔

امریکی حکومت نے ماہرین کے گروپ کو صرف ایک صورت میں گوانتاناموبے جانے کی اجازت دینے پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ ماہرین وہاں قیدیوں سے براہ راست بات چیت نہیں کریں گے۔ مگر ماہرین کے گروپ نے اس شرط کو ناقابل قبول قرار دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک قیدیوں کے انٹرویو کیے بغیر صورتحال کا مکمل جائزہ ناممکن ہے۔ 21 ستمبر 2006ء کو امریکی سفیر نے ایک بیان میں کہا کہ قیدیوں سے بات چیت کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ امریکی حکومت گوانتاناموبے جانے کے خواہش مند کئی غیر ملکی مندوبوں اور امریکی کانگریس کے کئی ممبران پر اسی طرح کی شرائط لاگو کر چکی ہے۔

خودمختار ماہرین کے گروپ نے اپنی مشترکہ رپورٹ میں آمرانہ حراستوں عراقی قانون کی خلاف

---

i۔ لیلا زیروگی، صدر رپورٹیئر برائے ورکنگ گروپ برائے آمرانہ حراست، لیانڈرو ڈسپوئی خودمختار رپورٹیئر برائے ججز اور وکلاء، من فریڈ نواک، خصوصی رپورٹیئر برائے تشدد، عاصمہ جہانگیر خصوصی رپورٹیئر برائے مذہبی آزادی اور عقیدہ اور پال ہنٹ خصوصی رپورٹیئر برائے حق صحت۔

ii۔ ماہرین کی رپورٹ کے آخر میں امریکی حکومت کے جواب پر مبنی ایک Annexure بھی منسلک ہے۔ مزید برآں ماہرین کی رپورٹ منظر عام پر آنے کے بعد امریکی حکومت کے نمائندے نے 59 صفحات پر مشتمل ایک ڈاکومنٹ انسانی حقوق کونسل کو بھی بھیجا۔

ورزیوں، قیدیوں کی آزادو بجا نب عدالتوں تک عدم رسائی، قیدیوں کو ہتک آمیز اور غیر انسانی ماحول میں بند رکھنا (جو بعض اوقات تشدد کے مترادف ہوتا ہے) قیدیوں کی صحت پر پڑنے والے نقصانات اور جابرانہ ماحول کے منفی اثرات زیر حراست افراد کی عزت نفس اور ان کے مذہبی عقائد پر حملے جیسے واقعات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔

ماہرین نے امریکی حکومت کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے سیاق و سباق میں ''تشدد'' کی عبارت سے تعریف کرنے کی کوشش پر بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ تشدد کی مجوزہ امریکی تعریف کے مطابق سوال کرنے کی کچھ ایسی تکنیکوں کی اجازت ہونی چاہیے جو عالمی سطح پر تشدد کے زمرے میں بھی آتی ہیں اور ممنوع ہیں۔ ماہرین نے مزید کہا کہ پچھلے کئی سالوں سے قیدیوں سے جرح کیلئے استعمال کی جانے والی تکنیکو کے حوالے سے با اختیار اور غیر اختیار جرح کے درمیان فرق اور بھی قابل تشویش بات ہے۔ انہوں نے امریکی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ سول اور سیاسی حقوق کے بارے عالمی کونسنٹ کے احترام کیساتھ ساتھ ایسے دوسرے عالمی کونشنز کا احترام بھی کرے جس کی اس نے توثیق کر رکھی ہے۔

دوسری سفارشات کے ساتھ ساتھ ماہرین نے اپنی رپورٹ میں یہ سفارش بھی کی ہے کہ مشکوک دہشت گردوں کو فوجداری طریقوں کے مطابق بین الاقوامی قانون کا احترام کرتے ہوئے قید میں رکھا جائے۔ قیدیوں پر رکھے گئے تشدد، ظلم، غیر انسانی اور ہتک آمیز سلوک کے بارے مکمل اور غیر جانبدار تحقیقات ہونی چاہیے۔ کسی قیدی کو ایسی ریاست کے حوالے، واپس یا ملک بدر نہ کیا جائے جہاں یہ خدشہ موجود ہو کہ اس قیدی کو تشدد کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور یہ کہ گوانتانامو بے Concetration Camps فوری طور پر بند کیے جائیں۔

2-ورکنگ گروپس

ورکنگ گروپ برائے آمرانہ حراست

ورکنگ گروپ برائے آمرانہ حراست کی رپورٹ (E/CN.4/2006/7) عرصہ قید کا تجاوز کر جانا اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے فریم ورک میں خفیہ جیلوں کے استعمال جیسے ایشوز کے متعلق ہے۔ ورکنگ گروپ نے ریاستوں پر زور دیا ہے کہ خفیہ جیلیں اور حراستی سنٹرز چلانا بند کریں اور یہ اظہار بھی کیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بین الاقوامی تعاون کے سیاق و سباق میں ریاستوں کے درمیان مشکوک افراد کی ٹرانسفر ہمیشہ ٹھوس قانونی بنیادوں پر ہوتی ہے ملک سے خارج کرنا، ڈیپورٹ کرنا یا ملک بدر کرنا، عدالتی کاروائی کی ٹرانسفر یا زیر حراست فرد کی ٹرانسفر، ان سب معاملات کیلئے طریقہ کار موجود ہیں۔

ورکنگ گروپ برائے جبری یا بے اختیار گمشدگی

ورکنگ گروپ برائے جبری یا بے اختیار گمشدگی نے اپنی رپورٹ (E/CN.4/2006/56) میں گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ 2001ء کے بعد ایسی ریاستوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوگوں کی جبراً گمشدگی کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ کئی ممالک میں ریاستی حکام اپوزیشن گروپس کے افراد کو اٹھا کر غائب کر دیتے ہیں اور جواز وہی دہشت گردی کے خلاف جنگ۔ رپورٹ میں کئی ممالک میں قائم خفیہ حراستی سنٹرز جہاں جبراً غائب کیے گئے افراد کو رکھا جاتا ہے پر بھی گہری تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔

ورکنگ گروپس برائے "کرائے کے فوجیوں کا استعمال"

کرائے کے فوجیوں کے استعمال کے حوالے سے بنائے گئے ورکنگ گروپ نے جنرل اسمبلی کے سامنے اپنی رپورٹ (A/61/341) پیش کرتے ہوئے اس عمل کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور لوگوں کے حق خود ارادیت کی راہ میں رکاوٹ قرار دیا۔ رپورٹ کے مطابق پرائیویٹ کمپنیاں جو کرائے کے فوجی حاصل کرتی ہیں وہ دہشت گردی کے اعمال میں ملوث ہیں۔ دہشت گردی کے اعمال کے حوالے سے کرائے کے فوجیوں کی قانونی تعریف کا جائزہ لینے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے۔

3۔ سب کمیشن برائے تحفظ و ترویج انسانی حقوق[42]

خصوصی رپورٹر برائے دہشت گردی اور انسانی حقوق

مسز کیلی پولی کوفا جسے انسانی حقوق کمیشن نے 1998ء میں خصوصی رپورٹر برائے دہشت گردی اور انسانی حقوق مقرر کیا اس نے انسانی حقوق کے تناظر میں دہشت گردی کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کی۔ اور اس کا زیادہ تر فوکس دہشت گردی اور انسانی حقوق کے مابین تعلق کی نوعیت اور مواد کو سمجھنا، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے انسانی حقوق، بین الاقوامی قانونی اور بالخصوص نظام انصاف پر اثرات کا جائزہ لینا تھا۔ تحقیق میں مسز کوفا کے بعض مشاہدات[43] بڑے زبردست ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ:

42۔ یہ کمیشن موقوف شدہ انسانی حقوق کمیشن کا ذیلی ادارہ ہے (جو اب انسانی حقوق کونسل میں بدل دیا گیا ہے) اسے جلد ہی مشاورتی کمیٹی میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

43۔ خصوصی رپورٹر مسز کوفا کی حتمی رپورٹ (E/CN.4/sub.2/2004/40)۔

"دہشت گردی کا پیش کردہ خوف اس کے حقیقی خطرے کے تناسب سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ عمل یا تو ریاستوں کی طرف سے خود یا دوسرے ایکٹرز کی طرف سے جان بوجھ کر کیا جا رہا ہے مگر اس کے غیر پسندیدہ نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ ایسا کر کے لوگوں کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف لیے جانے والے ریاستی اقدامات کو چپ چاپ تسلیم کرتے ہوئے انسانی حقوق میں کی جانے والی غیر ضروری کمی دیکھتے رہیں۔ یہ ایک طرح سے لوگوں کا جذباتی اور نفسیاتی استحصال ہے۔ کوفہ کہتی ہیں کہ بلاجواز خوف کو پیش کرنے سے مذہبی اور نسلی عدم برداشت کو جنم لیتی ہے۔ دہشت گردی سے خوف کے جذبے کا استحصال عالمی یگانگت کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور دہشت گردی کو روکنے یا کم کرنے کے متعلق عالمی تعاون کی سطح کو مضطرب کر سکتا ہے"

مسز کوفہ مزید کہتی ہیں کہ

"بعض اوقات معمولی اور علامتی نوعیت کے اعمال جیسے معاشی اداروں کے خلاف توڑ پھوڑ وغیرہ کو دہشت گردی کے اعمال سے تعبیر کرنا دہشت گردی کے خوف میں پہلے سے مبتلا عوامی جذبے کا استحصال ہے"

اگرچہ خصوصی رپورٹر نے اپنی بیشتر رپورٹس[44] میں دہشت گردی کے مختلف پہلوؤں کی بات کی ہے مگر اس نے دہشت گردی کی کوئی تعریف پیش نہیں کی۔[45]

اس کی بجائے خصوصی رپورٹر نے دہشت گردی کے بارے میں جو کچھ کہا جا چکا ہے اور جو کچھ نہیں کہا گیا ہے اس میں اختصار لانے کی کوشش کی ہے۔[46] رپورٹر نے ریاستی اور غیر ریاستی ایکٹرز[47] کی ذمہ داریوں کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ بین الاقوامی کارپوریشنز اور کچھ حکومتوں کی طرف سے پرائیویٹ مسلح گروہوں کے استعمال پر بات کرنا بھول گئی ہیں۔ آخر میں خصوصی رپورٹر نے دہشت گردی کی بنیادی وجوہات کا جائزہ لیتے، دہشت گردی اور اس کی مختلف شکلوں کو روکنے اور کم کرنے، اس کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے سوال کا جائزہ لینے کیلئے میکانزم کو مضبوط کرنے کی سفارشات کی ہیں۔

44۔ (E/CN.4/Sub.2/2001/31) (E/CN.4/Sub.2/1999/27) (E/CN.4/Sub.2/2002/35) (E/CN.4/Sub.2/2003/WPI) اور ایڈینڈم 2,1 آف فائنل رپورٹ (E/CN.4/Sub.2/2004/40)

45۔ مسز کوفہ کی فائنل رپورٹ کا پیراگراف نمبر 12 (E/CN.4/Sub.2/2004/40)

46۔ (E/CN.4/sub.2/2004/40)

47۔ غیر ریاستی دہشت گرد ایکٹرز کا ذکر کرتے ہوئے مسز کوفہ اپنی رپورٹس میں صرف اپوزیشن اور مسلح گروہوں کا ذکر کرتی ہیں

یہ ایک زبردست حقیقت ہے کہ مسز کوفی کی سفارشات کی روشنی میں سب کمیشن نے 2005ء میں ایک ورکنگ گروپ تشکیل دیا جسے ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ دہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہوئے انسانی حقوق کے احترام کیلئے راہنما اصول وضع کرے۔

ورکنگ گروپ برائے "دہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہوئے انسانی حقوق کا احترام"

ذیلی کمیشن برائے تحفظ و ترویج حقوق انسانی نے اپنے 55 ویں (سیشن 2003) میں ایک قرارداد (E/CN.4/sub.2/2003/43) پاس کی جس میں ایک سٹڈی کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کیلئے ایسے موزوں اور مناسب اقدامات تجویز کرے جو بین الاقوامی انسانی حقوق کی پاسداری کے سنہری اصول کو اس طرح سمو سکیں کہ کمزور طبقات پر ان اقدامات کے منفی اثرات مرتب نہ ہوں۔ 2004ء میں سب کمیشن نے اس حوالے سے ایک تین اجلاسی ورکنگ گروپ تشکیل دیا جس کا کام تھا کہ "مسز کوفی کی رپورٹ (E/CN.4/sub.2/2003/47) کی بنیاد پر تیار کیے گئے ڈرافٹ فریم ورک کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف اصولوں اور گائیڈ لائنز پر مناسب تبصروں کے ساتھ تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے انسانی حقوق کے احترام کی زیادہ سے زیادہ حفاظت حاصل کرنے میں مدد کرے۔" مسز کوفی کو اس ورکنگ گروپ کا کوآرڈینیٹر مقرر کیا گیا۔[48]

ورکنگ گروپ نے سب کمیشن کے 57ویں اور 58ویں اجلاس کے دوران اپنا ڈرافٹ پیش کیا جس میں کہا گیا کہ دہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہوئے انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے بالکل واضح اور تفصیلی گائیڈ لائنز کی ضرورت ہے تا کہ ریاستوں کو ہم آہنگ ہدایت دی جا سکیں کہ قومی سلامتی کیلئے کی جانے والی کوششوں میں توازن پیدا کرتے ہوئے انسانی حقوق کا مکمل احترام کیا جائے۔

اپنی قرارداد نمبر 2006/20 میں ذیلی کمیشن نے ورکنگ گروپ کی سفارشات کو اپناتے ہوئے مکمل ابتدائی پلان اور تفصیلی تبصروں کیساتھ (A/HRC/Sub.1/58/30) انسانی حقوق کونسل کو غور کیلئے بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

آخر میں ذیلی کمیشن نے انسانی حقوق کونسل سے سفارش کی کہ وہ ورکنگ گروپ کے مینڈیٹ پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس میں اضافہ کرے تا کہ وہ تبصروں، اصولوں اور گائیڈ لائنز کی وضاحت کیلئے مناسب وقت حاصل کر سکیں۔

48۔ مسز کوفی نے اس سے پہلے ایک سٹڈی کی تھی جس کا عنوان تھا۔ "دہشت گردی اور انسانی حقوق" (E/CN.4/SUB.2/2004/40)

E-معاہداتی ادارے

امریکہ کی طرف سے پیش کردہ دوسری رپورٹ (CAT/C/USA/CO/2) کا جائزہ لینے کے بعد تشدد کے خلاف کمیٹی (جو کہ تشدد، ظلم، غیر انسانی اور ہتک آمیز سلوک کے خلاف عالمی کنونشن کے نفاذ کی مانیٹرنگ کرتی ہے) نے تشویش کا اظہار کیا کہ ریاستی پارٹی خفیہ حراستی سنٹرز کا استعمال کر رہی ہے جہاں قیدیوں کو بنیادی قانونی حقوق حاصل نہیں۔ کمیٹی نے مزید کہا کہ کنونشن کے آرٹیکل 1 کے مطابق تحقیقات کے دوران تشدد کا استعمال جرم ہے مگر امریکہ اسے جرم ماننے سے گریزاں ہیں۔

آخر میں کمیٹی نے امریکہ پر زور دیا ہے کہ وہ تشدد کے خلاف عالمی کنونشن کو تسلیم کرے اور اپنے ہاں اس کے نفاذ کو یقینی بنائے۔ چاہے کوئی بھی حالات ہوں۔ امن ہو یا جنگ ہو۔ اس کنونشن کا نفاذ لازمی ہونا چاہیے۔ مزید سفارش کی گئی کہ زیر حراست قیدیوں کو تشدد کے استعمال کے خطرے کے خلاف گارنٹی دی جائے اور انہیں قانونی حق دیا جائے کہ وہ تحقیقات میں روا رکھی جانے والی غیر قانونی تکنیکوں کو عدالت میں چیلنج کر سکیں۔

ریاستی پارٹی کو چاہیے کہ وہ اپنے زیر اختیار علاقے میں زیر حراست رکھے گئے تمام افراد کو رجسٹر کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کے زیر کنٹرول کوئی خفیہ حراستی سنٹر نہیں ہے۔ انسانی حقوق کی کمیٹی نے امریکہ کی طرف سے پیش کردہ دوسری اور تیسری رپورٹس (CCPR/C/USA/CO/3) کا جائزہ لیتے ہوئے دوسری چیزوں کیساتھ ساتھ اس تشویش کا اظہار بھی کیا کہ دہشت گردی کی ایک جنرل تعریف کو ہاتھ میں پکڑ کر ریاستی پارٹی مختلف افراد کو خفیہ طریقے سے پکڑ کر خفیہ ٹھکانوں پر زیر حراست رکھ رہی ہے اور ان افراد کو مہینوں اور بعض اوقات سالوں تک بغیر مقدمہ چلائے ان حراستی سنٹرز میں رکھا جاتا ہے۔ مقامی قوانین کو یا تو کمزور کیا جا رہا ہے یا معطل۔ اسی طرح Partiotic Act کی بھی کئی شقیں تشدد کے خلاف عالمی کنونشن کے آرٹیکل نمبر 17 کی کھلی خلاف ورزی ہیں۔

امریکہ کے فوجی اور غیر فوجی افراد (کنٹریکٹ ملازمین) جو کہ وابستہ ہے افغانستان، عراق اور دیگر علاقوں میں تعینات ہیں کی طرف سے قیدیوں کیساتھ غیر انسانی اور ہتک آمیز سلوک کے کئی واقعات سامنے آ چکے ہیں جن میں مبینہ طور پر بعض قیدیوں کی موت بھی واقع ہوئی ہے۔ امریکہ کا Detainee Treatment Act کو وابستہ ہے جس میں زیر حراست قیدیوں کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والے ہتک آمیز سلوک کے خلاف نظر ثانی کی کوئی درخواست کر سکیں۔

اس کے علاوہ تشویش کی ایک وجہ یہ بات ہے کہ امریکہ مشکوک دہشت گردوں کو اپنے ملک یا دوسرے ملکوں سے تیسری دنیا کے کچھ دیگر ممالک میں یا تو خود ٹرانسفر کر رہا ہے یا ٹرانسفر کرنے میں مدد دے رہا ہے تاکہ وہاں

ان قیدیوں سے محروح کیلئے ایسے ظالمانہ اور غیر انسانی طریقے استعمال کیے جائیں جو عالمی کنونشنز کی نفی کرتے ہیں۔

اپنی سفارشات میں کمیٹی نے امریکہ سے کہا ہے کہ وہ فی الفور خفیہ حراستی سنٹرز بند کرے اور زیر حراست رکھے گئے افراد تک ریڈ کراس کی عالمی کمیٹی کے ارکان کو ملنے کی اجازت دے۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ گرفتار افراد کو مکمل قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔

کمیٹی نے امریکہ سے یہ سفارش بھی کی ہے کہ وہ اس امر کو بھی یقینی کرے ایسے افراد جو اس کے علاقے سے باہر کسی دوسرے ملک میں زیر حراست ہیں کو کسی ایسے ملک کے حوالے نہ کیا جائے یا ملک بدر نہیں کیا جائے گا جہاں ان افراد کو تشدد، جبر اور ظلم کا سامنا کرنے کا خطرہ ہو۔

امریکہ کو چاہیے کہ وہ ان شکایات اور الزامات کی مکمل تحقیقات کرے جن کے مطابق بعض افراد کو تیسری دنیا کے کچھ ایسے ممالک میں منتقل کیا جاتا ہے جہاں کے مقامی قوانین میں مشکوک افراد پر تشدد کی غرض سے کچھ مخصوص ریژیم کی گنجائش ہے تاکہ ایسے تشدد کو قانونی اور جائز تحقیقات کا نام دیا جا سکے۔

اختتامیہ

دہشت گردی اپنی سیاسی، سماجی، نظریاتی حتیٰ کہ معاشی جہتوں کے حوالے سے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ انسانی حوالے سے اس کے مضمرات تباہ کن ہیں۔ یہ عمل اپنی ذات میں جہاں عام سطح پر دہشت کو جنم دیتا ہے وہاں براہ راست "ٹارگٹ" کو منتخب نہیں کرتا اور اس کا شکار کوئی بھی عام شخص ہو سکتا ہے۔ دہشت گردی کے حقیقی اور ممکنہ شکار افراد خوف اور دہشت کے فطری جذبات کے تحت اپنے دفاع میں قوت ارادی اور تنقیدی شعور سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ایسے نامعقول احساسات عوام پر ٹھونس دیئے جاتے ہیں اور اس طرح دہشت گردی کا ارتکاب کرنے والوں سے نپٹنے کے بہانے ایسے رویے یا پالیسیاں اختیار کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو شاید عام حالات میں مسترد کر دی جائیں۔ دہشت گردی کے مقابلے کو تسلیم کر لینے کا مطلب ہے کہ دشمن کے خلاف مکمل جنگ اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور انسانی حوالوں کا خاتمہ۔

اگرچہ یہ کتابچہ ریاستی اور گروپ دہشت گردی میں روایتی تفریق کرتا ہے مگر ایسے اشارے بھی ملتے ہیں کہ دونوں کے مابین ایک معمولی سی مبہم سرحد ہے۔ دونوں صورتوں میں طریقہ کار ایک جیسے ہی ہیں اور بہت ساری صورتوں میں تو یہ بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ دونوں کے مابین نامیاتی (Organic) تعلق موجود ہے۔ لہٰذا دہشت گردی کی بہتر تفہیم کیلئے ہم اسے مختلف قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(1) ریاستی دہشت گردی جس کا رخ مقامی آبادی یا غیر ملکی آبادی کی طرف ہو سکتا ہے یا ریاستی سرکاری شخصیات کے خلاف ہو سکتا ہے۔ دوسری صورت میں دہشت گردی کا عمل منظم گروہ، خصوصی افراد یا مسلح حملہ آوروں کے ذریعے ہو سکتا ہے جس میں سویلین آبادیوں پر بھاری بمباری کی جاتی ہے۔

(2) ایک یا ایک سے زیادہ ریاستوں کی طرف سے کسی ملک کی آبادی کے خلاف دہشت گردی۔ یہ ایک طرح سے قومی دہشت گردی ہے جو کوئی حکومت اپنے ملک کے عوام کے خلاف بیرونی مدد اور تعاون سے کرتی ہے۔

(3) گروپ دہشت گردی سے مراد قومی یا بین الاقوامی سطح پر کیا جانے والا دہشت پر مبنی عمل ہے جو کسی دہشت گرد گروپ نے کیا ہو۔

(4) قومی اور بین الاقوامی دہشت گرد گروہوں کی آپس کی کوآرڈینیشن۔ جس میں ریاستوں کی طرف سے ان گروہوں کو فنڈز، لاجسٹکس، ہدایات اور ماہرین کی شکل میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

اس کتابچے میں دہشت گردی کی ان مختلف اقسام کا ٹھوس مثالوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ اور دوسری بڑی طاقتیں بعض ریاستوں کو نام نہاد "بدمعاش ریاستیں" (Rogue States) قرار دیتی ہیں۔ ان میں ایران، لیبیا اور کچھ دیگر ممالک شامل ہیں جو امریکہ کے نزدیک دہشت گردی کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

عالمی ریاستی دہشت گردی کے اس پہلو کو جانچنے کیلئے معروضی مروج کی ضرورت ہے۔ حقائق کی روشنی میں تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خود امریکہ "بدمعاش ریاستوں" کی کیٹگری میں شامل ہے۔[49]

11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے بعد دہشت گردی کا موثر طریقے سے مقابلہ کرنے کے لیے بہت سے قومی حقوق جو اقوام متحدہ کے چارٹر، انسانی حقوق کے کائناتی ڈیکلریشن اور دوسرے عالمی اور علاقائی قوانین کے تحت شہریوں کو حاصل تھے یا تو وہ کم کر دیے گئے یا اس طرح سے ان میں ترمیم کر دی گئی کہ ان حقوق کی مکمل طور خلاف ورزی ممکن ہو گئی۔

دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کی آڑ میں مختلف میکانزم کے ذریعے سماجی تحریکوں کو کچلنے کی پریکٹس کو پوری دنیا میں مزید تیز کیا جا رہا ہے۔ ان سماجی تحریکوں کا قصور یہ ہے کہ وہ اس "خاموش نسل کشی" کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں جو نیو لبرل سرمایہ دارانہ عالمگیریت نے شروع کر رکھی ہے اور جس کا شکار لاکھوں افراد ہو چکے ہیں۔
دہشت گردی کے خلاف لڑائی کے نام پر مختلف اداروں کی طرف سے شروع کی گئی پریکٹس جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی ہے مندرجہ ذیل عناصر پر مشتمل ہے۔

1-فوجداری قانون کے بنیادی اصولوں سے انحراف جیسے کہ

(a) فوجداری اصولوں کی توضیح میں اضافہ بعض شقوں کو مبہم رکھنا یا ان میں دی گئی پابندی کو ختم کرنا تاکہ ان شقوں کے تحت آنے والے اعمال کی تجویز کردہ سزا سے بچا جا سکے۔

(b) قانون کے سامنے ہر کسی کی برابری، غیر جانبدار اور خودمختار عدالت کے سامنے جائز دفاع کا حق اور قانونی طریقہ کار کے اصولوں سے انحراف۔

(2) بنیادی انسانی حقوق جیسے آزادی اظہار، کیمونیکیشن، ایک جگہ اکٹھا ہونے، منظم ہونے، سیاسی، معاشی، سماجی ثقافتی اور ماحولیاتی معاملات پر آواز بلند کرنے کیلئے جدوجہد وغیرہ کو کم کرنا / ختم کرنا

49۔ اس میں بین الاقوامی دہشت گردی بھی شامل ہے جس کے ذریعے امریکہ نے کئی دوسری ریاستوں پر مسلح جارحیت کرتے ہوئے، دہشت گردی کے طریقے اپناتے ہوئے انسانی قانون کی خلاف ورزی کی۔ سویلین آبادیوں پر شدید بمباری کی اور انکو نقصان پہنچایا۔

(3) ملک بدری اور حق پناہ کے متعلق مسلمہ عالمی اصولوں کو ترک کرنا

(4) قومی علاقائی، فضائی اور بحری حدود کا کنٹرول اور قومی سلامتی جیسے بنیادی اصولوں کو چھوڑنا

(5) ریاستوں کو بلیک میل کرنا یا دباؤ میں لانا تاکہ دہشت گردی کے خلاف اقدامات لیتے ہوئے ایسی قانون سازی کریں جو سول آزادیوں کے منافی ہو۔

بین الاقوامی سطح پر بالخصوص اقوام متحدہ کی سطح پر دہشت گردی کے مسئلے کو کئی چھوٹے اداروں کے کام کے ذریعے Tackel کیا گیا۔ ان میں جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل، سیکرٹری جنرل، انسانی حقوق کمیشن (اب انسانی حقوق کونسل) ذیلی کمیشن برائے تحفظ و ترویج انسانی حقوق، چیئرمین کے خصوصی رپورٹرز، ورکنگ گروپس، انسانی حقوق کونسلر اور کونٹرز پر عائد کی گئی کمیٹیاں وغیرہ

ان میں سے زیادہ تر ادارے دہشت گردی کے مسئلے کو غیر جانبداری اور معروضی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اور انہوں نے کئی بار ان خطرناک مضمرات کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار بھی کیا ہے جو دہشت گردی کے خلاف کیے جانے والے قومی یا بین الاقوامی اقدامات کے نتیجے میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو حقیقی طور پر متاثر کر رہے ہیں۔[50] لیکن اس کے برعکس سلامتی کونسل کے دہشت گردی کے خلاف لیے جانے والے اقدامات غیر جانبداری اور معروضیت سے بالکل خالی ہیں۔[51]

اقوام متحدہ کے نظام کے اندر سلامتی کونسل اپنے آپ کو حاصل غیر متناسب اختیارات کی بدولت ایک آمرانہ عالمی ادارہ بن چکا ہے اور اس کام کیلئے وہ اکثر اقوام متحدہ کے چارٹر کے باب نمبر 7 کا حوالہ دیتی ہے جس کے تحت دہشت گردی کے خلاف لیے جانے والے سلامتی کونسل کے اقدامات کا نفاذ عالمی سطح پر ہوگا۔ سلامتی کونسل

50۔ سلامتی کونسل کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف بنائی گئی کمیٹی نے بھی اپنی رپورٹ 16 دسمبر 2005ء (S/2005/800) میں ریاستوں پر زور دیا تھا کہ وہ دہشت گردی کے خلاف ایسے اقدامات کریں جو عالمی قانون کے تحت ریاستوں پر عائد کردہ ذمہ داریوں سے مطابقت رکھتے ہوں اور بالخصوص انسانی حقوق کے عالمی اصولوں، حق پناہ اور انسانی قانون کی لازمی پابندی پر یقین رکھتے ہوں۔

51۔ سلامتی کونسل کے معروضیت اور غیر جانبداری سے عاری اعمال نہ صرف اس کے فیصلوں سے عیاں ہیں بلکہ اس کے قائم کردہ کمیشن سے بھی جھلکتے ہیں۔ سلامتی کونسل جیسے دہشت گردی کے Lockerbie حملے (ہوائی جہاز ان کے دوران فضاء میں پھٹ گیا تھا) کیس میں اپنی سرگرمیوں کا بڑے فخریہ انداز میں ذکر کرتی ہے مگر وہ اس خاموشی پر پردہ ڈالتی ہے جو اس طرح کے دوسرے کیسوں میں اس نے اختیار کر رکھی ہے جیسے کیوبا کا ہوائی جہاز 6 اکتوبر 1976ء کو بارباڈوس کے اوپر فضا میں پھٹ گیا تھا جس میں 83 افراد مارے گئے تھے۔ اس کیس میں مشکوک CIA کا کیوبن ایجنٹ پوسادا کاریلز ابھی بھی امریکی حکومت کی طرف سے فراہم کیے گئے تحفظ سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

کے یہ فیصلے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کی تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔

لہٰذا بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کے خلاف ایک ذمہ دارانہ اور موثر حل تلاش کرنے کا تعلق اقوام متحدہ کے سرد خانے میں پڑے سالوں سے موخر شدہ معاملے سے ہے جو اقوام متحدہ اور بالخصوص سلامتی کونسل کی جمہوریت سازی کے حوالے سے ہے تاکہ سلامتی کونسل کے کچھ اختیارات جنرل اسمبلی کو تفویض کیے جائیں۔

یہ کام ہو سکتا ہے مگر اس کیلئے اقوام متحدہ کے ممبران کی سیاسی قوت ارادی کی ضرورت ہے اور آخر میں ہم یہ کہنا چاہیے کہ تمام ریاستیں اپنے اپنے علاقوں میں اپنے اپنے شہریوں کو حاصل سول، سیاسی، معاشی، ثقافتی اور ماحولیاتی حقوق کا احترام کرتے ہوئے مسلمہ عالمی اصولوں کے تحت تحفظ فراہم کریں تاکہ وہ اپنے حق خود ارادیت اور حق حاکمیت سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکیں اور یہ تمام چیزیں دہشت گردی کا موثر طریقے سے مقابلہ کرنے کیلئے بھی نہایت ضروری ہیں۔

☆☆☆